اوّل ایڈیشن: ماہِ ربیع الثانی 1443ھ/نومبر 2021

فقہ حنفی کے متعدد مسائل کا مدلل مجموعہ

مسائلِ احناف

مبین الرحمن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

اپنے ’’سلسلہ اصلاحِ اغلاط‘‘ کے تحت بندہ نے فقہ حنفی کے بہت سے مسائل مدلل انداز میں بھی تحریر کیے ہیں جن کے ذریعے فقہ حنفی پر ہونے والے بے بنیاد اعتراضات کی حقیقت بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان میں سے متعدد مضامین کا مجموعہ ہے۔البتہ اگر اس کے بعد ایسے مزید مضامین لکھنے کی توفیق نصیب ہوئی تو انھیں بھی کتاب کی اگلی ایڈیشن میں شامل کر لیا جائے گا ان شاءاللہ۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح رہے کہ متعدد مقامات پر احادیث مبارکہ کا ترجمہ تحریر کرنے کا موقع نہ مل سکا لیکن اس کے باجود بھی ایسے مضامین کی اشاعت فائدے سے خالی نہیں، البتہ آئندہ موقع ملا تو ایسی تمام روایات کا ترجمہ بھی ذکر کر دیا جائے گا ان شاءاللہ۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، مشایخ کرام، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ماہِ ربیع الثانی 1443ھ/نومبر 2021

03362579499

اجمالی فہرست

- اجتہاد و تقلید: حقیقت، ضرورت اور شبہات کا اِزالہ ------------------ 5
- قرآن کریم کو چھونے کے لیے پاکی کا حکم ------------------ 23
- اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم ------------------ 35
- زخم سے خون اور پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم ------------------ 44
- شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم ------------------ 50
- نمازِ فجر کا مستحب وقت ------------------ 56
- نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنے کا حکم ------------------ 63
- فجر کی جماعت کے وقت سنّت ادا کرنے کا تفصیلی حکم ------------------ 69
- سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا حکم ------------------ 80
- مرد اور عورت کے سجدے میں فرق کا ثبوت ------------------ 86
- تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت دینے کا حکم ------------------ 97
- نمازِ وتر کی رکعات ------------------ 100
- نمازِ جُمعہ کی سنّت نماز اور اس کی رکعات کی تعداد ------------------ 107
- میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد دوسرا اُس کو غسل دے سکتا ہے؟ --- 121
- نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات کا ثبوت ------------------ 130
- نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا سنّت ہے ------------------ 141

- نمازِ جنازہ میں ثنا اور دُرود شریف پڑھنے کا حکم------------------145
- نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنے کا حکم----------------------153
- غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم ------------------------162
- سحری کے احکام مع سحری سے متعلق متعدد غلط فہمیوں کا ازالہ ---------166
- مہر کی کم از کم مقدار اور اس کا موجودہ وزن -------------------183
- مَحرم عورت کے ساتھ نکاح اور صحبت کی صورت میں حدّ جاری ہونے کا مسئلہ---191
- تحقیقِ حدیث: وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید--------------203
- حلال جانور کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ---------------208
- کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی اس کے اہل و عیال کی طرف سے کافی ہے؟---214

اجتہاد و تقلید

حقیقت - ضرورت - شبہات کا اِزالہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تفصیلی فہرست

- قرآن وسنت دین کے مرکزی دلائل اور اصول ہیں۔
- شرعی دلائل چار ہیں۔
- تقلید کی تعریف۔
- تقلید درج ذیل امور میں کی جاتی ہے۔
- تقلید کیوں کی جاتی ہے؟
- صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کی ایک عام فہم وجہ۔
- مذاہبِ اربعہ کا اجتہادی اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں۔
- کسی ایک امام کی تقلید کی عام سی وجہ۔
- کیا ائمہ مجتہدین کے پاس حلال و حرام کا اختیار ہے؟؟
- جب حرام وحلال کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تو ائمہ کرام کے مابین حرام وحلال کا اختلاف کیوں ہے؟
- مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کی نوعیت۔
- مذاہبِ اربعہ کے مقلّدِین کا نقطہ نظر۔
- کسی دوسرے امام کی کسی بات پر عمل کرنے سے متعلق ایک اہم پہلو۔
- کیا ہم کبھی کبھار سنت کی نیت سے رفع الیدین کر سکتے ہیں؟
- مخصوص حالات میں کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا حکم۔
- امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کی وجہ۔
- امامِ مجتہد کی تقلید کے جواز پر ایک آیتِ قرآنی اور اس کی تفسیر۔

قرآن وسنت دین کے مرکزی دلائل اور اصول ہیں:

لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن وسنت دو بنیادی اور مرکزی دلائل اور ستون ہیں۔ عقائد، مسائل اور اخلاقیات سمیت تمام تر دینی علوم اور تعلیمات کا سر چشمہ یہی دو اصول ہیں۔ حضرات صحابہ کرام بھی اصولی طور پر انھی دو ہدایت کے سر چشموں سے فیضیاب ہو کر انعاماتِ الٰہیہ کے مستحق بنے، اور یہی امت کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین کرام اور ائمہ مجتہدین کے علوم اور اجتہادات میں انھی دو دلائل کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔

شرعی دلائل چار ہیں:

جہاں تک شرعی دلائل کا معاملہ ہے تو حضرات صحابہ کرام، حضرات ائمہ اربعہ سمیت اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام جلیل القدر اہلِ علم کے نزدیک شرعی دلائل چار ہیں جو کہ بالترتیب یہ ہیں: قرآن وسنت اور اجماع وقیاس۔ان چار دلائل میں بنیادی اور مرکزی دلائل قرآن وسنت ہی ہیں، البتہ جو دینی بات قرآن وسنت میں انھیں نہ ملے یا نصوص میں ظاہری طور پر تعارض اور ٹکراؤ سامنے آئے تو پھر اس کا حل امت کے اجماع میں تلاش کیا جاتا ہے، لیکن اگر اس بات سے متعلق اجماع بھی موجود نہ ہو تو پھر امت کے مجتہدین اپنے خداداد علوم واستعداد اور مجتہدانہ بصیرت کی بنا پر قرآن وسنت میں اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ حضرات ائمہ کرام قرآن وسنت کے مقابلے میں اجتہاد سے کام لیتے ہیں یا قیاس کو لے کر قرآن وسنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ زیرِ نظر تحریر میں اجماع وقیاس سے متعلق دلائل دینا مقصود نہیں، البتہ سرِ دست ایک غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض حضرات سمجھتے ہیں کہ دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ ان حضرات نے۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ امام مجتہد کو قرآن وسنت بلکہ حضور اقدس ﷺ کے مدِّ مقابل لا کھڑا کیا اور یہ تأثّر دینے کی کوشش کی کہ گویا امام مجتہد کی بات ماننے کا مطلب

یہ ہے کہ قرآن وسنت اور حضور اقدس ﷺ کو ترک کیا جارہاہے، اناللہ وانا الیہ راجعون ! اور یہ وہ غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے نجانے کتنے ہی سادہ لوح مسلمان شرعی اور ضروری تقلید کا انکار کر بیٹھے !! زیرِ نظر تحریر سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو سکے گا ان شاء اللہ۔

تقلید کی تعریف:

دین میں کسی معتبر مجتہد امام کی بات پر اعتماد کر کے اس کی پیروی کرنا اور ان سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا؛ تقلید کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اعتماد کے مطابق وہ مجتہد قرآن وسنت اور شرعی دلائل ہی کی روشنی میں مسائل کا حل بتلاتا ہے۔

اس تعریف سے تو بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ تقلید کا معنی یہ ہر گز نہیں کہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر کسی امام کی بات مانی جائے بلکہ قرآن وسنت پر عمل کرنے کے لیے ہی امام کی بات مانی جاتی ہے۔

تقلید درج ذیل امور میں کی جاتی ہے:

۱۔ قرآن وحدیث کو سمجھنے میں۔

۲۔ اُن مسائل میں جو قرآن وسنت میں صراحت سے بیان نہیں ہیں۔

۳۔ جو مسائل قرآن وسنت میں بیان تو ہوئے ہیں لیکن ان میں بظاہر تعارض اور ٹکراؤ نظر آتا ہے۔

ان امور میں مجتہد کے ذمّے اجتہاد جبکہ مقلد کے ذمّے ان کی تقلید واجب ہوتی ہے۔

تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

دین ودنیا کے ہر معاملے میں دیکھا جائے تو دو ہی طبقے سامنے آتے ہیں: ایک تو ماہرین کا طبقہ، اور دوسرا وہ طبقہ جو خود ماہر نہیں ہے البتہ ماہرین کی پیروی کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو لوگ ماہر نہیں ہیں وہ ماہرین کی پیروی ہی کرتے ہیں اور یہی ان کے لیے ضروری ہے۔ ہم تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ ہم مجتہد نہیں ہیں، ہمیں قرآن

وسنت کے تمام تر علوم حاصل نہیں ہیں، اسی طرح وہ علوم جو قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے اہم ہیں ان سے بھی ہم کما حقّہ واقف نہیں ہیں، ہم قرآن وسنت کو کما حقہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی مجتہدانہ صفات رکھتے ہیں، بلکہ ہم اگر قرآن وسنت کو براہِ راست کچھ کچھ سمجھ بھی جائیں تب بھی ہماری ناقص سمجھ اور فہم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور پھر یہ بات تو بالکل ہی ظاہر ہے کہ ہماری حد درجہ ناقص سمجھ کے مقابلے میں امت کے ائمہ مجتہدین کی سمجھ نہایت ہی عالی اور قابلِ اعتماد ہے، اس لیے ہماری بات کے مقابلے میں ان کی بات کی اہمیت زیادہ ہے، بلکہ ہماری فہم کی کیا مجال؟؟ امت کے جلیل القدر اہلِ علم، حضرات محدثین کرام، اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، حضرات فقہائے کرام بھی انھی چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے پیروکار رہے ہیں، جن کا علم وفضل امت میں تسلیم شدہ تھا، جب وہ تقلید پر عمل پیرا تھے۔۔۔ حتی کہ خود حضرات صحابہ کرام میں سے بھی مجتہدین چند ہی تھے جبکہ باقی دیگر انھی کی تقلید کرتے تھے، دیکھیے: اِعلام الموقعین للامام ابن القیم رحمہ اللہ۔۔۔ تو آج کے مسلمان کے لیے ائمہ کرام کی تقلید کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا ہے؟؟ اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اگر ہر ایک مسلمان کے لیے براہِ راست قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا اور خود مسائل اخذ کرنا ضروری ہوتا تو قرآن وسنت میں اہلِ علم سے پوچھنے اور ان کی پیروی کرنے کی تاکید نہ کی جاتی، حالاں کہ قرآن وسنت میں حضرات صحابہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، مجتہدین کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اہلِ علم سے پوچھنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ساری صورتحال معاملہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کی ایک عام فہم وجہ:

ویسے تو امت میں بہت سے ائمہ مجتہدین گزرے ہیں لیکن امت میں جن مجتہدین کو قبولیت حاصل ہوئی، جن کی فقہ مدوّن اور جمع ہوئی اور امت میں پھیلی وہ چار ہی ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے امت میں انھی کے مذاہب جاری فرمائے، اگر کوئی شخص انھی میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا چاہے تو اسے دین کی مکمل تعلیمات میسر آسکتی ہیں، جبکہ دیگر مجتہدین کی فقہ مکمل طور پر مدوّن نہیں ہوئی۔

مذاہبِ اربعہ کا اجتہادی اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں:

یہ بات بھی واضح رہے کہ مذاہبِ اربعہ کا یہ اختلاف فرقہ واریت ہر گز نہیں کیوں کہ فرقے عقائد کے اختلاف سے بنتے ہیں جو کہ نہایت ہی مذموم ہے، جبکہ ان مذاہبِ اربعہ کے مابین عقائد کا کوئی اختلاف نہیں، یہ چاروں مذہب عقائد میں اہل السنۃ والجماعۃ ہی سے منسلک ہیں، بلکہ ان کے مابین جو اختلاف ہے وہ فروعی اجتہادی اختلاف ہے جو کہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ سے چلا آرہا ہے، یہ مذموم نہیں بلکہ یہ حق ہے اور امت کے لیے بڑی رحمت بھی!

کسی ایک امام کی تقلید کی عام سی وجہ:

قرآن وسنت میں جابجا شریعت کی مکمل اتباع کا حکم دیا گیا ہے جبکہ نفس اور نفسانی خواہشات کی اتباع سے سختی سے روکا گیا ہے، کیوں کہ نفس پرستی کا نام دین نہیں ہو سکتا۔ خیر القرون میں اجتہاد بھی تھا اور تقلید بھی تھی حتی کہ تقلید شخصی بھی ہوتی تھی البتہ کسی ایک مجتہد کی تقلید لازم قرار نہیں دی گئی بلکہ چوں کہ مجتہدین کی بڑی تعداد موجود تھی اس لیے جو لوگ مجتہد نہ تھے وہ کسی بھی مجتہد سے مسائل پوچھ لیتے تھے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ خیر القرون کا بہترین زمانہ تھا، خوفِ خدا اور تقویٰ غالب تھا اور نفس پرستی عام نہ تھی، اس لیے لوگ خوفِ آخرت سے لبریز تھے اور دین پر عمل کی سچی نیت کے ساتھ کسی بھی مجتہد سے مسئلہ پوچھ لینے میں حرج نہ تھا کیوں کہ مقصود دین ہی کی اتباع تھی۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب مدوّن نہیں ہوئے تھے اس لیے کسی ایک ہی کی تقلید مشکل تھی، پھر جب ائمہ اربعہ کا زمانہ آیا تو ان کے مذاہب مدوّن ہوئے، اب یہ سہولت ہو گئی کہ اگر کوئی غیر مجتہد شخص ان میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا چاہے تو وہ باآسانی کر سکتا ہے اور اس کو اپنے دین کے بارے میں مکمل راہنمائی میسر آسکتی ہے، اس لیے چاروں مذاہب برحق ہیں کیوں کہ یہ شرعی دلائل کی روشنی میں ائمہ مجتہدین ماہرینِ دین کے اجتہادات کا نتیجہ ہیں۔

البتہ چوں کہ ان مذاہب کے مابین بہت سے مسائل میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں اور خیر القرون کی طرح خوفِ خدا اور تقویٰ بھی باقی نہ رہا بلکہ نفس پرستی کا عام رواج ہو گیا اس لیے اگر ان میں سے کسی ایک کی تقلید لازم

قرار نہ دی جائے تو معاملہ دین کی اتباع کی بجائے نفس پرستی تک جا پہنچے گا، جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ نفس سہولت اور آسانیاں تلاش کرتا ہے خصوصاً اس فتنوں کے دور میں اور دین بیزاری کے ماحول میں نفس کی سرکشی عام فتنہ بن چکا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تا کہ اسی کی سختی اور نرمی دونوں پر عمل کیا جا سکے۔

کیا ائمہ مجتہدین کے پاس حلال و حرام کا اختیار ہے؟؟

یہ بات تو ایک کھلی حقیقت ہے کہ چاروں مذاہب کے پیروکار اپنے ائمہ مجتہدین کو خدائی یا نبوی اختیارات ہر گز نہیں دیتے کیوں کہ یہ تو ایمان کے خلاف اور سنگین جرم ہے، یہ اتنی بدیہی بات ہے کہ اس کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں، لیکن یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ تقلید کے منکرین ہم پر یہ ایک بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں بلکہ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے ائمہ کو خدائی یا نبوی اختیارات دیے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ سراسر ناانصافی ہے۔ حتی کہ قرآن میں جہاں کہیں یہود و نصاریٰ کی مذمت آئی ہے کہ انھوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو خدائی اختیارات سپرد کیے تھے تو یہ تقلید کے منکرین وہی آیات مقلدین پر چسپاں کر دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ کس قدر ناانصافی کی بات ہے کیوں کہ ہم بھی ان آیات پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں جس گمراہی کی مذمت کی گئی ہے ہم بھی اس کی مذمت کرتے ہیں، اور یہ واضح حقیقت ہے کہ ہمارا عقیدہ یہود و نصاریٰ والا ہر گز نہیں ہے۔۔ معاذ اللہ۔۔، بلکہ ایک مؤمن کا یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ حرام و حلال کا اختیار کسی امام کو دے دے؟؟ بلکہ اللہ ہی کے پاس اس کے اختیارات ہیں۔

جب حرام و حلال کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے تو ائمہ کے مابین حرام و حلال کا اختلاف کیوں ہے؟

یاد رکھیے کہ ائمہ کرام کے مابین جن امور میں حلال و حرام کا اختلاف ہے تو وہ اجتہادی امور ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تو حرام و حلال وہ ہے جو قرآن و سنت سے بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

بیان فرمایا اور حضور اقدس ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ فرمایا، واضح طور پر ثابت ہونے والے حرام و حلال میں تو اختلاف ہی نہیں، یہ اجماعی امور کہلائے جاتے ہیں کہ ان پر سب کا اتفاق ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ہونا بھی چاہیے، لیکن بہت سی چیزوں کے بارے میں قرآن و سنت میں اصولی باتیں تو بیان ہوئی ہیں لیکن صراحت سے ان کا ذکر نہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی طرف سے مجتہدین کو جو اجتہاد کی اجازت ہوتی ہے تو اس اجتہاد کی بنیاد پر ائمہ مجتہدین قرآن و سنت ہی کی روشنی میں کسی چیز کے جائز ناجائز اور حرام و حلال کی تعیین کرتے ہیں، جب مجتہد قرآن و سنت کی روشنی میں کسی چیز کے حرام و حلال کو بیان کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس امام کے پاس حرام و حلال کا اختیار ہے بلکہ وہ قرآن و سنت سے کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کا حکم ظاہر کر رہا ہوتا ہے کیوں کہ اجتہاد شریعت بنانے کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت میں موجود شریعت کو ظاہر کرنے کا نام ہے، اس لیے یہ بات سمجھیے کہ کسی چیز کو حرام اور حلال کرنے اور کسی چیز کے بارے حرام و حلال کا حکم واضح کرنے میں واضح فرق ہے، حرام و حلال کا اختیار تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کے ذریعے صراحتاً یا اشارتاً جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کو بیان کرنے اور ان کو واضح کرنے کا کام ائمہ مجتہدین کا ہے، اس لیے ائمہ مجتہدین کسی چیز کو حرام یا حلال بناتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں، دونوں میں فرق واضح ہے۔

اب حرام و حلال سے متعلق ائمہ مجتہدین کے اس اجتہادی اختلاف کو مثال سے سمجھیے کہ احناف کے نزدیک سمندری جانداروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک سمندری تمام جاندار حلال ہیں، اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں مچھلی کے حلال ہونے کا تو ذکر صراحت سے آیا ہے جبکہ کیکڑے، جھینگے وغیرہ کا صراحت سے ذکر نہیں آیا ہے، اب ظاہر ہے کہ امت کی راہنمائی کے لیے مجتہد امام کے لیے کیکڑے کے حرام یا حلال ہونے کا حکم تو واضح کرنا ہی ہوگا، اس کے لیے جب وہ قرآن و سنت کے نصوص پر غور کرے گا تو اس کا حکم واضح کردے گا، تو چوں کہ ائمہ مجتہدین کے مسائل کے استنباط کا طریقہ، اصول اور مزاج الگ الگ ہوتا ہے اس لیے مجتہدین کے مابین کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں ایسے اختلاف کا

پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ ایک واقعی حقیقت ہے، یہ اجتہادی اختلاف عہد نبوی میں بھی ہوا، عہدِ صحابہ میں بھی اور عہدِ تابعین و تبع تابعین میں بھی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" میں ائمہ کے مابین اجتہادی اختلاف کے اسباب کو تفصیلی اور بہترین انداز سے بیان فرمایا ہے، یہ کتاب تقلید واجتہاد اور ائمہ مجتہدین سے متعلق بہت سے شبہات کا ازالہ کر دیتی ہے۔

اس اجتہادی اختلاف کا درست ہونا اور اس کا امت کے لیے رحمت ہونا واضح سی بات ہے جس کے دلائل بھی واضح ہیں، گویا کہ امام مجتہد قرآن وسنت سے اللہ کا منشا ہی واضح کر رہا ہوتا ہے، اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام نہیں کر رہا ہوتا، نہ ہی آج تک امت نے یہ مطلب مراد لیا ہے۔

مذاہبِ اربعہ میں اختلاف کی نوعیت:

چاروں مذاہب کے مابین حلال وحرام کا اختلاف بھی ہے، جائز وناجائز کا اختلاف بھی ہے، سنت ہونے اور سنت نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، مکروہ ہونے اور مکروہ نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، فرض وواجب ہونے اور نہ ہونے کا اختلاف بھی ہے، جب اختلاف کی نوعیتیں مختلف ہیں تو ان کا حکم بھی مختلف ہی ہوگا، البتہ یہ تمام اختلاف اجتہادی ہے۔

مذاہبِ اربعہ کے مقلّدِین کا نقطہ نظر:

ان تمام اجتہادی اختلافات کے باوجود مذاہبِ اربعہ کے مابین حق و باطل کا اختلاف نہیں کہ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو باطل سمجھتا ہو، بلکہ ہر مذہب کا پیروکار یہ سمجھتا ہے کہ یہ چاروں مذاہب اپنے اپنے طور پر درست ہیں کیوں کہ ائمہ اربعہ نے قرآن وسنت کی روشنی ہی میں مسائل کا استنباط کیا ہے، یہ اختلاف اجتہادی ہے جو عہدِ نبوی ہی سے چلا آرہا ہے، البتہ میرے امام کا مذہب قرآن وحدیث اور شرعی دلائل کی روشنی میں دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ایک بڑی وجہ ترجیح ہوتی ہے کسی امام کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کسی دوسرے امام کی کسی بات پر عمل کرنے سے متعلق ایک اہم پہلو:

اس لیے عام حالات میں تو اپنے امام کو چھوڑ کر کسی اور امام کی کسی بات پر عمل کرنے کی متعدد خرابیاں ہیں وہاں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ بندہ جس مذہب کو زیادہ صحیح سمجھتا ہو تو وہ اس کو چھوڑ کر کسی ایسے مذہب پر کیسے عمل کر سکتا ہے جو اپنے مذہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح نہ ہو؟؟ ظاہر ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب کو کیسے چھوڑ سکتا ہے جسے اپنانے کے اس کے پاس متعدد دلائل ہوں؟؟

کیا ہم کبھی کبھار سنت کی نیت سے رفع الیدین کر سکتے ہیں؟

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز میں رفع الیدین بھی کیا ہے تو کیا میں سنت کی نیت سے کبھی کبھار اس پر عمل کر سکتا ہوں؟؟ تو بندہ نے ان کو تفصیل سے سمجھا کر ان کی غلط فہمی دور کی کہ:

1۔ رفع الیدین میں ائمہ کرام کا باہمی اختلاف اولیٰ اور غیر اولیٰ یعنی افضل ہونے اور نہ ہونے کا ہے، جہاں تک احناف کا مسلک ہے تو شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے نزدیک رفع الیدین سنت نہیں ہے، اس لیے جو شخص امام اعظم رحمہ اللہ کا مقلد ہے وہ رفع الیدین پر سنت کی نیت سے کیسے عمل کر سکتا ہے؟؟

2۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ جیسا کہ دیگر بعض ائمہ کے ہاں رفع الیدین کرنا سنت ہے اسی طرح احناف کے ہاں رفع الیدین کا ترک سنت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رفع الیدین نہیں کرتا تو وہ بھی سنت ہی پر عمل کر رہا ہے، اس لیے جب وہ پہلے ہی سے سنت پر عمل پیرا ہے تو اس کے لیے اس سنت کو چھوڑ کر رفع الیدین پر سنت کی نیت سے عمل کیسے مناسب ہے؟؟

3۔ اسی طرح شرعی دلائل کی روشنی میں جس عمل کے چھوڑنے کو وہ سنت سمجھ رہا ہے، اسی کو راجح سمجھتا ہے اور اپنی آخرت کے لیے اسی کو کامیابی سمجھتا ہے تو اس کو سنت کی نیت سے کیسے اختیار کر سکتا ہے؟؟ دین سے واقف شخص بخوبی آگاہ ہے کہ بعض اعمال کرنا سنت ہوتا ہے جبکہ بعض اعمال نہ کرنا سنت ہوتا ہے!!

الحمد للہ کہ ان صاحب کو بات سمجھ آگئی کہ جب ہم پہلے ہی سے ایک سنت پر عمل پیرا ہیں تو اس کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں ایک ایسے عمل کے لیے جن کو ہم سنت نہیں سمجھتے ؟؟ اس لیے تمام حضرات یہ نکتہ ذہن نشین کرلیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ ہی کی محبت میں رفع الیدین کو ترک کیا ہے کہ ہمارے نزدیک رفع الیدین نہ کرنا سنت ہے۔ اس لیے یاد رکھیے کہ عام حالات میں ایک امام کا مقلد اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرے گا کیوں کہ اس کو وہ دیگر مذاہب کے مقابلے میں زیادہ صحیح اور راجح سمجھتا ہے، اسی کو اپنے لیے آخرت میں ذریعہ نجات سمجھتا ہے، اور اسی میں ہوس پرستی اور نفس پرستی سے حفاظت ہے۔

مخصوص حالات میں کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا حکم:

البتہ جہاں تک مخصوص حالات میں کسی اور امام کے مذہب پر فتوی دینے کا مسئلہ ہے تو اس کی بھی اپنی شرائط ہیں جن سے اکابر فقہائے کرام بخوبی واقف ہیں، اس صورت میں ان کا دیگر امام کے مذہب پر فتوی دینا بھی شرعی دلائل ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے، وہی شرعی دلائل کا تقاضا ہوتا ہے، اس میں امت پر شفقت اور امت کے لیے سہولت مضمر ہوتی ہے، لیکن وہ مخصوص حالات ہوتے ہیں، ان پر عام حالات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کی وجہ:

ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید اس لیے کرتے ہیں کہ وہ تابعی ہیں، وہ دیگر تمام مجتہدین سے علم وفضل اور اجتہادی صلاحیتوں میں افضل ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک ان کی بات زیادہ قابلِ اعتماد ہے، اور ہمارے برصغیر میں انھی کی فقہ روزِ اول سے رائج ہے، اس لیے ہمیں فقہ حنفی کے مسائل سے گہری مناسبت ہے اور اس کے بارے میں مکمل معلومات بھی۔

خلاصہ: جو مسلمان مجتہد نہ ہو تو اس کے لیے کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے، تقلید کے بغیر وہ عموماً دین اسلام پر عمل نہیں کر سکتا۔ اجتہاد و تقلید سے متعلق اطمینان بخش تفصیل کے لیے مطالعہ کیجیے: تقلید کی شرعی حیثیت از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

امامِ مجتہد کی تقلید کے جواز پر ایک آیتِ قرآنی اور اس کی تفسیر

امام مجتہد کی تقلید کے جائز ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں، سرِ دست ایک قرآنی آیت کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو کہ منصف مزاج شخص کے لیے کافی ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورۃ النساء آیت 59 میں فرماتے ہیں:

يَآأَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا أَطِيۡعُوا اللهَ وَأَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَأُولِي الۡأَمۡرِ مِنۡكُمۡ فَإِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِيۡ شَيۡءٍ فَرُدُّوۡهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ إِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّأَحۡسَنُ تَأۡوِيۡلًا.

ترجمہ:

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔" (آسان ترجمہ قرآن)

تفسیر:

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور "أُولِي الۡأَمۡرِ" کی اطاعت کرو۔ اس معاملے میں حقیقی اطاعت تو اللہ ہی کی ہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں کہ اللہ کے رسول ہیں اس لیے ان کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے، اور قرآن و سنت اور شرعی دلائل کی روشنی میں دین بتانے والے مجتہدین اور حاکم کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر "معارف القرآن" سے مذکورہ آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے جو کہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"جس طرح پہلی آیت کے مخاطب حُکام و اُمراء تھے دوسری آیت میں عوام کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اپنے "أُولِي الۡأَمۡرِ" کی اطاعت کرو۔

''أُولِي الْأَمْرِ'' کون لوگ ہیں؟

''أُولِي الْأَمْرِ'' لغت میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے ہاتھ میں کسی چیز کا نظام وانتظام ہو، اسی لیے حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ رضی اللہ عنہم مفسرینِ قرآن نے ''أُولِي الْأَمْرِ'' کے مصداق علماء وفقہاء کو قرار دیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے نائب ہیں اور نظامِ دین ان کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک جماعتِ مفسرین نے جن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں فرمایا کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد وہ حکام اور اُمراء ہیں جن کے ہاتھ میں نظامِ حکومت ہے۔

اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ لفظ دونوں طبقوں کو شامل ہے، یعنی علماء کو بھی اور حکام وامراء کو بھی، کیونکہ نظامِ امر انہی دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس آیت میں ظاہراً تین کی اطاعتوں کا حکم ہے: اللہ، رسول ﷺ، ''أُولِي الْأَمْرِ''، لیکن قرآن کی دوسری آیات نے واضح فرمادیا کہ حکم واطاعت دراصل صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ، مگر اس کے حکم اور اس کی اطاعت کی عملی صورت چار حصوں میں منقسم ہے۔

حکم اور اطاعت کی تین عملی صورتیں:

ایک وہ جس چیز کا حکم صراحتاً خود حق تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمادیا اور اس میں کسی تفصیل وتشریح کی حاجت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا، ایک اللہ وحدہٗ کی عبادت کرنا، اور آخرت اور قیامت پر یقین رکھنا اور محمد مصطفےٰ ﷺ کو اللہ کا آخری برحق رسول ماننا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض سمجھنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو براہِ راست احکامِ ربانی ہیں، ان کی تعمیل بلاواسطہ حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

دوسرا حصہ احکام کا وہ ہے جس میں تفصیلات وتشریحات کی ضرورت ہے، ان میں قرآن کریم اکثر ایک مجمل یا مبہم حکم دیتا ہے اور اس کی تشریح وتفصیل نبی کریم ﷺ کے حوالے کی جاتی ہے، پھر وہ تفصیل وتشریح جو آنحضرت ﷺ اپنی احادیث کے ذریعہ فرماتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے، اگر اس تفصیل

و تشریح میں اجتہادی طور پر کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی ہے تو بذریعہ وحی اس کی اصلاح فرمادی جاتی ہے اور بالآخر آنحضرت ﷺ کا قول و عمل جو آخر میں ہوتا ہے وہ حکمِ الٰہی کا ترجمان ہوتا ہے۔

اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگرچہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے لیکن ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن نہیں، آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے ہیں، اس لیے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے اطاعتِ رسول ﷺ ہی کہلاتی ہے جو حقیقت میں اطاعتِ الٰہی کے ساتھ متحد ہونے کے باوجود ظاہری اعتبار سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے، اسی لیے پورے قرآن میں اللہ کی اطاعت کا حکم دینے کے ساتھ اطاعتِ رسول کا حکم مستقلاً مذکور ہے۔

تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو نہ قرآن میں صراحتاً مذکور ہیں، نہ حدیث میں، یا ذخیرہ احادیث میں اس کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں، ایسے احکام میں علماء مجتہدین قرآن و سنت کے منصوصات اور زیرِ غور مسئلہ کے نظائر میں غور و فکر کرکے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں، ان احکام کی اطاعت بھی اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے قرآن و سنت سے مستفاد ہونے کی وجہ سے اطاعتِ خداوندی ہی کی ایک فرد ہیں، مگر ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ فقہی فتاویٰ کہلاتے ہیں اور علماء کی طرف منسوب ہیں۔

اسی تیسری قسم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں کتاب و سنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں، بلکہ ان میں عمل کرنے والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں کریں، جن کو اصطلاح میں مباحات کہا جاتا ہے، ایسے احکام میں عملی انتظام حکام واُمراء کے سپرد ہے کہ وہ حالات اور مصالح کے پیشِ نظر کوئی قانون بنا کر سب کو اس پر چلائیں، مثلاً شہر کراچی میں ڈاک خانے پچاس ہوں یا سو، پولیس اسٹیشن کتنے ہوں، ریلوے کا نظام کس طرح ہو، آبادکاری کا انتظام کن قواعد پر کیا جائے؛ یہ سب مباحات ہیں، ان کی کوئی جانب نہ واجب ہے، نہ حرام بلکہ اختیاری ہے، لیکن یہ اختیار عوام کو دے دیا جائے تو کوئی نظام نہیں چل سکتا، اس لیے نظام کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔

آیتِ مذکورہ میں اُولوالامر کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے، اس لیے اس آیت کی رو سے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کی اطاعت واجب ہو گئی۔

یہ اطاعت بھی در حقیقت اللہ جل شانہ کے احکام ہی کی اطاعت ہے، لیکن ظاہری سطح کے اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن میں ہیں، نہ سنت میں، بلکہ ان کا بیان یا علماء کی طرف سے ہوتا ہے یا حکام کی طرف سے، اس لیے اس اطاعت کو تیسرا نمبر جداگانہ قرار دے کر "أُولوا الْأَمْرِ" کی اطاعت نام رکھا گیا، اور جس طرح منصوصاتِ قرآن میں قرآن کا اتباع اور منصوصاتِ رسول ﷺ میں رسول ﷺ کا اتباع لازم وواجب ہے، اسی طرح غیر منصوص فقہی چیزوں میں فقہاء کا اور انتظامی امور میں حکام واُمراء کا اتباع واجب ہے، یہی مفہوم ہے اطاعتِ "أُولِی الْأَمْرِ" کا۔" (معارف القرآن)

اس کے بعد "أُولِی الْأَمْرِ" سے متعلق حضرات صحابہ کرام اور تابعین کرام کی تفسیر بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ اطمینان اور تسلی کا باعث ہو۔

آیت میں "أُولِی الْأَمْرِ" سے کون مراد ہیں؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد فقہاء اور اہلِ خیر ہے:

٣٣٢٠٠- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ» قَالَ: أُولُو الْفِقْهِ، أُولُو الْخَيْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت "مستدرک حاکم" میں بھی موجود ہے۔امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے:

٤٢٢ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: «أُولِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَهُ شَاهِدٌ، وَتَفْسِيرُ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُمَا مُسْنَدٌ.

التعليق من «تلخيص الذهبي»: هذا صحيح وله شاهد.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات صحابہ اور دین کی سمجھ رکھنے والے فقہاء ہے:

٣٣٠١- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: كَانَ مُجَاهِدٌ يَقُولُ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفِقْهِ فِي دِينِ اللَّهِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی موجود ہے:

حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ: ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُولُو الْعَقْلِ وَالْفَضْلِ فِي دَيْنِ اللهِ تَعَالَى.

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں جلیل القدر تابعی امام ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء ہے:

٣٣٠٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، قَالَ: الْعُلَمَاءُ.

4۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں جو لوگوں کو دین سکھاتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں:

٤٢٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» يَعْنِي: «أَهْلَ الْفِقْهِ وَالدِّينِ، وَأَهْلِ طَاعَةِ اللهِ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ مَعَالِيَ دِينِهِمْ وَيَأْمُرُونَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَأَوْجَبَ اللهُ طَاعَتَهُمْ».

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مایہ ناز تفسیر تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی ہے:

٥٥٧٢- عن علي بن أبي طلحة، عن ابن عباس قوله: «وأولي الأمر منكم» يعني: أهل الفقه والدين، وأهل طاعة الله الذين يعلمون الناس معاني دينهم ويأمرنهم بالمعروف وينهوهم عن

[Website: DifaAhleSunnat.com]

المنكر ، فأوجب الله سبحانه طاعتهم على العباد-

5۔ ''سنن دارمی'' میں جلیل القدر تابعی امام عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِی الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہے:

٢٢٥- أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ «أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ. وَطَاعَةُ الرَّسُولِ: اتِّبَاعُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.

6۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِی الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء ہیں، اور یہی قول امام حسن بصری، امام عطا اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے بھی مروی ہے، اور امام ابوالعالیہ اور امام بکر بن عبداللہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علما ہیں:

٥٥٧٣- عن ليث، عن مجاهد قوله: «وأولي الأمر منكم» قال: أولو العلم والفقه، وروي عن الحسن والحسن بن محمد بن علي وعطاء وإبراهيم نحو ذلك. وروي عن أبي العالية وبكر بن عبد الله المزني أنهما قالا: العلماء-

امام مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت حلیۃ الاولیاء میں بھی موجود ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْآجُرِّيُّ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْأُشْنَانِيُّ: ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ: ثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ: ثَنَا شَرِيكٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوسَى الْعَدَوِيُّ: ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ: ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: «وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» قَالَ: الْفُقَهَاءُ وَالْعُلَمَاءُ.

7۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''أُولِی الْأَمْرِ'' سے مراد حضرات علماء اور فقہاء اور مجتہدین ہیں:

٥٥٧٤- حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي بحضرموت: حدثنا الخصيب بن ناصح: حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن في قول الله تعالى: (وأولي الأمر منكم) قال: أولي العلم والفقه والعقل والرأي.

8۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابن عباس، امام مجاہد، امام عطا اور امام حسن بصری کے نزدیک ''أُولِي الْأَمْرِ'' سے مراد فقہاء اور اہلِ دین ہیں:

وقال علي بن أبي طلحة عن ابن عباس: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: أهل الفقه والدين. وكذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصري، وأبو العالية: «وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ» يعني: العلماء. والظاهر - والله أعلم- أن الآية في جميع أولي الأمر من الأمراء والعلماء، كما تقدم. وقد قال تعالى: «لَوْلا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ» [المائدة:٦٣] وقال تعالى: «فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ». [النحل:٤٣]

یقیناً یہ تمام تر تفصیل ایک منصف مزاج شخص کے لیے باعثِ اطمینان ہے اور اس سے اس غلط فہمی کا بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے کہ ''دین میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی امام مجتہد کی بات ماننے کا ذکر ہی نہیں بلکہ ان کی بات ماننا قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔'' بلکہ امت کے معتبر امام مجتہد کی تقلید اور پیروی قرآن وسنت کے مطابق بھی ہے اور ایک مسلمان کی ضرورت بھی ہے الحمد للہ۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

25 شوال المکرم 1441ھ/17 جون 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قرآن کریم کو چھونے کے لیے پاکی کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قرآن کریم کی تعظیم واحترام:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لیے اس کا ادب واحترام اور تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے، اس لیے ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قرآن کریم کے ادب واحترام کی بھرپور رعایت کرے اور اس میں ذرا سی بھی غفلت گوارہ نہ کرے۔

- الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے:

آدَابُ النَّاسِ كُلِّهِمْ مَعَ الْقُرْآنِ: أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الإِطْلاقِ وَتَنْزِيهِهِ وَصِيَانَتِهِ. (مادة: قرآن جلد: ٣٣، صفحه: ٣٨)

ذیل میں قرآن کریم کو چھونے سے متعلق آداب بیان کیے جاتے ہیں:

قرآن کریم کو چھونے کے لیے پاکی کا حکم:

قرآن مجید کو چھونے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ بے وضو اور حالتِ جنابت میں، اسی طرح عورت کے لیے حیض ونفاس کی حالت میں کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونا جائز نہیں، یہی جمہور امت اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (تفسیر معارف القرآن عثمانی سورت واقعہ آیت: 79)

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَمِنْهَا: حُرْمَةُ مَسِّ الْمُصْحَفِ، لَا يَجُوزُ لَهُمَا وَلِلْجُنُبِ وَالْمُحْدِثِ مَسُّ الْمُصْحَفِ إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ عنه كَالْخَرِيطَةِ وَالْجِلْدِ الْغَيْرِ الْمُشَرَّزِ، لَا بِمَا هو مُتَّصِلٌ بِهِ هو الصَّحِيحُ، هَكَذَا في «الْهِدَايَةِ»، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، كَذَا في «الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ».

(الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ، الْفَصْلُ الرَّابِعُ في أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

مسئلہ:

ناپاکی کی حالت میں قرآن کریم کو جس طرح ہاتھ سے چھونا جائز نہیں اسی طرح جسم کے کسی اور عضو سے بھی چھونا جائز نہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَاخْتَلَفُوا فِي مَسِّ الْمُصْحَفِ بِمَا عَدَا أَعْضَاءِ الطَّهَارَةِ وَبِمَا غُسِلَ من الْأَعْضَاءِ قبل إكْمَالِ الْوُضُوءِ، وَالْمَنْعُ أَصَحُّ كَذَا في «الزَّاهِدِيِّ».

(الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ، الْفَصْلُ الرَّابِعُ في أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

مذکورہ مسئلہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ بے وضو اور حالتِ جنابت میں، اسی طرح عورت کے لیے حیض ونفاس کی حالت میں کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونا جائز نہیں۔ اس پر بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اسی طرح بعض حضرات حیض ونفاس والی عورت کے لیے کسی حائل کے بغیر قرآن کریم چھونے کو جائز سمجھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں احادیث میں کوئی ذکر نہیں ملتا، اس طرح کی متعدد غلطیاں اور غلط فہمیاں رائج ہیں۔ ذیل میں ان شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ سے متعلق احادیث مبارکہ:

متعدد روایات سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم کو چھونا صرف اسی شخص کے لیے جائز ہے جو پاکی کی حالت میں ہو۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم بے وضو، جنابت اور حیض ونفاس؛ سب حالتوں کے لیے ہے کیوں کہ:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ روایات کے الفاظ عام ہیں جو کہ مذکورہ تمام حالتوں کو شامل ہیں، اس لیے ان میں سے کسی صورت کو خاص کرنا درست نہیں۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ روایات میں ”طاہر“ کا لفظ آیا ہے اور طاہر صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو بے وضو، جنابت، حیض ونفاس؛ سب حالتوں سے پاک ہو، کیوں کہ ان میں سے کسی کو بھی پاکی کی حالت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

- تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بے وضو حالت کے لیے یہ حکم ثابت ہے تو جنابت اور حیض و نفاس کی حالتوں کے لیے تو یہ اس سے بڑھ کر ثابت ہونا چاہیے کیوں کہ ان کا حکم بے وضو والی حالت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ واضح ہے۔

ذیل میں روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو خط تحریر فرمایا تو اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ: "قرآن کریم کو صرف پاکی ہی کی حالت میں چھونا چاہیے۔"

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

١٣٢٨- عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: فِي كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «لَا يُمَسُّ الْقُرْآنُ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ».

- موطأ امام مالک میں ہے:

٦٨٠- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ: أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ».

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٥- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِى بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ فِى كِتَابِ النَّبِيِّ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَنْ لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ».

- سنن دار قطنی میں ہے:

٤٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِى بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ فِى كِتَابِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: «أَلَّا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا عَلَى طُهْرٍ». مُرْسَلٌ وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

2۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور اقدس ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو

فرمایا کہ: ”قرآن کریم کو اس حالت میں چھونا جب تم پاکی کی حالت میں ہو۔“

- المعجم الکبیر میں ہے:

٣١٣٥- عَنْ حَسَّانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

- مجمع الزوائد میں ہے:

١٥١٣- عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ: لَمَّا بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”قرآن کریم کو صرف وہی شخص چھوئے جو پاکی کی حالت میں ہو۔“

- مجمع الزوائد میں ہے:

١٥١٢- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ» وَ«الصَّغِيرِ»، وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ.

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٧- أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ الْفَقِيهُ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْحَافِظُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ ثَوَابٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرًا».

4۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے تو حضور اقدس ﷺ نے مجھے قرآن کریم پڑھنے کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلے میں بہتر پایا اور واقعتاً میں سورتِ بقرہ کی وجہ سے ان سے اچھا تھا، تو حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: ”میں نے تمہیں آپ کے ساتھیوں پر امیر مقرر کر دیا ہے حالاں کہ تم ان میں سب سے چھوٹے ہو، اور قرآن کریم کو اس حالت میں چھونا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جب تم پاک ہو۔“

- مجمع الزوائد میں ہے:

١٥١٤- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ -وَكَانَ شَابًّا-: وَفَدْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَوَجَدُونِي أَفْضَلَهُمْ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ، وَقَدْ فَضَلْتُهُمْ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «قَدْ أَمَّرْتُكَ عَلَى أَصْحَابِكَ وَأَنْتَ أَصْغَرُهُمْ، وَلَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ».

5۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو وہ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، چنانچہ جب وہ واپس تشریف لے آئے تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ وضو فرمالیں تاکہ ہم آپ سے قرآن کریم کی کچھ آیات سے متعلق پوچھ سکیں، توانھوں نے فرمایا کہ تم یوں ہی پوچھ لو کیوں کہ میں نے قرآن کریم کو ہاتھ نہیں لگانا۔ پھر فرمایا کہ قرآن کریم کو تو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ، فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ، لَا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. [الواقعة: ٧٧، ٧٨، ٧٩]

- مستدرک حاکم میں ہے:

٣٧٨٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى حَاجَةٍ فَتَوَارَى عَنَّا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ مَاءٌ قَالَ: فَقُلْنَا لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، لَوْ تَوَضَّأْتَ فَسَأَلْنَاكَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنَ الْقُرْآنِ. قَالَ: فَقَالَ: سَلُوا، فَإِنِّي لَسْتُ أَمَسُّهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا يَمَسُّهُ الْمُطَهَّرُونَ، ثُمَّ تَلَا: «إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: على شرط البخاري ومسلم.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٦- عَن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ فِي حَاجَةٍ، فَذَهَبَ فَقَضَي حَاجَتَهُ ثُمَّ رَجَعَ، فَقُلْنَا لَهُ: تَوَضَّأْ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، لَعَلَّنَا أَنْ نَسْأَلَك عَنْ آيٍ مِنَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: قَالَ: فَاسْأَلُوا

فَإِنِّي لَا أَمَسُّهُ، إِنَّهُ لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، قَالَ: فَسَأَلْنَاهُ، فَقَرَأَ عَلَيْنَا قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ.

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤١٩- عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا مَعَ سَلْمَانَ فَخَرَجَ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ جَاءَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ لَوْ تَوَضَّأْتَ لَعَلَّنَا أَنْ نَسْأَلَكَ عَنْ آيَاتٍ. قَالَ: إِنِّي لَسْتُ أَمَسُّهُ، إِنَّمَا لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ. فَقَرَأَ عَلَيْنَا مَا شِئْنَا.

6۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعے میں جب انھوں نے اپنی ہمشیرہ سے قرآن کریم طلب کیا تو ان کی ہمشیرہ نے کہا کہ آپ ناپاکی کی حالت میں ہیں، اور قرآن کریم کو صرف وہ لوگ چھو سکتے ہیں جو پاکی کی حالت میں ہوں، اس لیے یا تو وضو کیجیے یا غسل کیجیے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور قرآن کریم کو لے کر سورتِ طٰہٰ پڑھنا شروع کیا۔

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

٤٢٠- أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ الْعَدْلُ بِبَغْدَادَ: أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْبَخْتَرِيِّ الرَّزَّازُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُنَادِي: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ يَعْنِي الأَزْرَقَ: حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ عُثْمَانَ الْبَصْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّدًا بِسَيْفِهِ -فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ:- قِيلَ لَهُ: إِنَّ خَتَنَكَ وَأُخْتَكَ قَدْ صَبَئَا وَتَرَكَا دِينَكَ الَّذِى أَنْتَ عَلَيْهِ. فَمَشَى عُمَرُ حَتَّى أَتَاهُمَا وَعِنْدَهُمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ يُقَالُ لَهُ: خَبَّابٌ، وَكَانُوا يَقْرَءُونَ (طه)، فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطُونِى الْكِتَابَ الَّذِى هُوَ عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهُ. قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَأُ الْكِتَابَ، فَقَالَتْ أُخْتُهُ: إِنَّكَ رِجْسٌ، وَإِنَّهُ لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، فَقُمْ فَاغْتَسِلْ أَوْ تَوَضَّأْ. قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ (طه). وَلِهَذَا الْحَدِيثِ شَوَاهِدُ كَثِيرَةٌ.

«الجوهر النقي»: وَهُوَ قَوْلُ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ.

تنبیہ: یہ تمام روایات مستند اور معتبر ہیں۔

آیتِ "لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ" کی تفسیر اور غلط فہمیوں کا اِزالہ

1۔ کیا مذکورہ مسئلہ قرآنی آیت سے ثابت نہیں؟

قرآن کریم سورتِ واقعہ کی آیت نمبر 79 "لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو صرف وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں یعنی بے وضو، جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہوں۔ یہ تفسیر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ ماقبل میں حدیث نمبر 5 میں بیان ہوچکا اور حدیث نمبر 6 میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ نے بھی اسی آیت سے استدلال فرمایا، اسی طرح امام عطا، امام طاوس، امام قاسم، امام قتادہ، امام محمد باقر اور امام سالم جیسے جلیل القدر تابعین کرام سے بھی یہی منقول ہے، اور جمہور فقہائے امت اور ائمہ مجتہدین نے بھی اس آیت سے استدلال فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہے کہ اگرچہ اس آیت کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں، لیکن ایک تفسیر یہ بھی ہے جو کہ بیان ہوچکی اور اسی تفسیر کے مطابق یہ مسئلہ قرآنی آیت سے ثابت ہوسکتا ہے، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ یہ مسئلہ مذکورہ آیت سے ثابت ہی نہیں۔

- تفسیر بغوی میں ہے:

وَقَالَ قَوْمٌ: مَعْنَاهُ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْجَنَابَاتِ، وَظَاهِرُ الْآيَةِ نَفْيٌ وَمَعْنَاهَا نَهْيٌ، قَالُوا: لَا يَجُوزُ لِلْجُنُبِ وَلَا لِلْحَائِضِ وَلَا الْمُحْدِثِ حَمْلُ الْمُصْحَفِ وَلَا مَسُّهُ، وَهُوَ قول عطاء وطاووس، وَسَالِمٍ، وَالْقَاسِمِ، وَأَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ.

- تفسیر زاد المسیر میں ہے:

قوله عزّ وجلّ: «لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» من قال: إنَّه اللوح المحفوظ، فالمطهرون عنده الملائكة، وهذا قول ابن عباس، وعكرمة، ومجاهد وسعيد بن جبير. فعلى هذا يكون الكلام خبرًا. ومن قال: هو المصحف، ففي المطهرين أربعة أقوال: أحدها: أنهم المطهرون من الأحداث، قاله الجمهور، فيكون ظاهر الكلام النفي، ومعناه النهي. والثاني: المطهرون من الشرك، قاله ابن السائب. والثالث:

المطهرون من الذنوب والخطايا، قاله الربيع بن أنس. والرابع: أن معنى الكلام: لا يجد طعمه ونفعه إلا من آمن به، حكاه الفراء.

- **تفسیر قرطبی میں ہے:**

وَقِيلَ: الْمُرَادُ بِالْكِتَابِ الْمُصْحَفُ الَّذِي بِأَيْدِينَا، وَهُوَ الأظهر. وقد روى مالك وغيره أن كِتَابِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الَّذِي كَتَبَهُ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنُسْخَتُهُ: «مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ إِلَى شُرَحْبِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَالْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَنُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ قَيْلُ ذِي رُعَيْنٍ وَمَعَافِرَ وَهَمْدَانَ أَمَّا بَعْدُ» وَكَانَ فِي كِتَابِهِ: «أَلَّا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ». وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ». وَقَالَتْ أُخْتُ عُمَرَ لِعُمَرَ عِنْدَ إِسْلَامِهِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَيْهَا وَدَعَا بالصحيفة: «لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ»، فَقَامَ وَاغْتَسَلَ وَأَسْلَمَ. وَقَدْ مَضَى فِي أَوَّلِ سُورَةِ (طه). وَعَلَى هَذَا الْمَعْنَى قَالَ قَتَادَةُ وَغَيْرُهُ: «لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» مِنَ الْأَحْدَاثِ وَالْأَنْجَاسِ.

- **مرقاۃ المفاتیح میں ہے:**

٤٦٥- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ): عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي جَدِّهِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، وَهَذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، خِلَافًا لِمَنْ رَوَاهُ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ. وَقَالَ الْمُصَنِّفُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْمَدَنِيُّ، أَحَدُ أَعْلَامِ الْمَدِينَةِ، تَابِعِيٌّ. رَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، كَانَ كَثِيرَ الْحَدِيثِ، رَجُلٌ صَدُوقٌ. قَالَ أَحْمَدُ: حَدِيثُهُ شِفَاءٌ، تُوُفِّيَ سَنَةَ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، وَمَاتَ وَلَهُ سَبْعُونَ سَنَةً، وَأَمَّا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ وُلِدَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَنَةَ عِشْرِينَ بِنَجْرَانَ، وَكَانَ أَبُوهُ عَامِلَ النَّبِيِّ ﷺ أَمَرَ أَبَاهُ أَنْ يُكَنِّيَهُ بِأَبِي عَبْدِ الْمَلِكِ، وَكَانَ مُحَمَّدٌ فَقِيهًا، رَوَى عَنْ أَبِيهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَعَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قُتِلَ يَوْمَ الْحَرَّةِ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَخَمْسِينَ سَنَةً، وَذَلِكَ سَنَةَ ثَلَاثِينَ وَسِتِّينَ، (أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: (أَنْ لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ): بِفَتْحِ السِّينِ عَلَى أَنَّهُ نَهْيٌ، وَبِالضَّمِّ عَلَى أَنَّهُ نَفْيٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ، أَيْ: لَا يَمَسّ بِلَا فَاصِلَةٍ مَا كُتِبَ فِيهِ الْقُرْآنُ (إِلَّا طَاهِرٌ): بِخِلَافِ غَيْرِهِ كَالْجُنُبِ وَالْمُحْدِثِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَمَسَّهُ إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ، وَكُرِهَ بِالْكُمِّ. قَالَ الطِّيبِيُّ: بَيَانٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:

«لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ» [الواقعة: ٧٩]؛ فَإِنَّ الضَّمِيرَ إِمَّا لِلْقُرْآنِ، وَالْمُرَادُ فِي النَّاسِ عَنْ مَسِّهِ إِلَّا عَلَى الطَّهَارَةِ، وَإِمَّا لِلَّوْحِ وَ«لَا» نَافِيَةٌ، وَمَعْنَى «الْمُطَهَّرُونَ»: الْمَلَائِكَةُ، فَإِنَّ الْحَدِيثَ كَشَفَ أَنَّ الْمُرَادَ هُوَ الْأَوَّلُ، وَيُعَضِّدُهُ مَدْحُ الْقُرْآنِ بِالْكَرَمِ، وَبِكَوْنِهِ ثَابِتًا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، فَيَكُونُ الْحُكْمُ بِكَوْنِهِ لَا يَمَسُّهُ مُرَتَّبًا عَلَى الْوَصْفَيْنِ الْمُتَنَاسِبَيْنِ لِلْقُرْآنِ. (كتاب الطهارة)

2۔ کیا مذکورہ مسئلے میں استدلال صرف آیت سے ہے؟

بے وضو، جنابت اور حیض و نفاس کی حالتوں میں قرآن کریم چھونے کا مسئلہ سورتِ واقعہ کی مذکورہ آیت کی ایک تفسیر سے بھی ثابت ہو سکتا ہے، البتہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ما قبل میں روایات بیان ہو چکیں، اس لیے یہ مسئلہ قرآن و سنت دونوں سے ثابت ہے، البتہ اگر مذکورہ آیت سے اس مسئلے کا ثبوت ٹھوس نہ بھی مانا جائے تب بھی اس مسئلے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ اس کے ثبوت کے لیے متعدد روایات بھی موجود ہیں۔ اس سے ان حضرات کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو سارا زور اس پر لگاتے ہیں کہ مذکورہ آیت سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا اور پھر اسی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ واضح رہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں: ایک تو یہ کہ اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں، دوم یہ کہ دیگر احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے یا نہیں۔ تو دونوں ہی باتیں وضاحت کے ساتھ ما قبل میں بیان ہو چکیں۔

تفسیر معارف القرآن سے اقتباس:

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں:

”دوسرا مسئلہ غور طلب اور مختلف فیہ اس آیت میں یہ ہے کہ ”مُطَهَّرُوْنَ“ سے کون مراد ہیں؟ صحابہ و تابعین اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ”مُطَهَّرُوْنَ“ سے مراد فرشتے ہیں جو معاصی اور رذائل سے پاک و معصوم ہیں، یہ قول حضرت انسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے۔ (قرطبی) حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ (ابن کثیر) امام مالکؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (قرطبی)

اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ قرآن سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اور ''مُطَهَّرُوْنَ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو نجاستِ ظاہری اور معنوی یعنی حدثِ اصغر و اکبر سے پاک ہوں۔ حدث اصغر کے معنی بے وضو ہونے کے ہیں، اس کا ازالہ وضو کرنے سے ہو جاتا ہے، اور حدثِ اکبر جنابت اور حیض و نفاس کو کہا جاتا ہے جس سے پاکی کے لیے غسل ضروری ہے، یہ تفسیر حضرت عطا، طاوس، سالم اور حضرت محمد باقر رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ (روح) اس صورت میں جملہ ''لَا يَمَسُّهٗ'' اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر اس خبر کو بحکمِ انشاء یعنی نہی و ممانعت کے معنی میں قرار دیا جائے گا، اور مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مصحفِ قرآن کو چھونا بغیر طہارت کے جائز نہیں، اور طہارت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ ظاہری نجاست سے بھی اس کا ہاتھ پاک ہو اور بے وضو بھی نہ ہو، اور حدثِ اکبر یعنی جنابت بھی نہ ہو، **قرطبی** نے اسی تفسیر کو اظہر فرمایا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو اوراقِ قرآن کو دیکھنا چاہا، ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراقِ قرآن اُن کے ہاتھ میں دینے سے انکار کیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظمؓ نے مجبور ہو کر غسل کیا، پھر یہ اوراق پڑھے، اس واقعہ سے بھی اسی آخری تفسیر کی ترجیح ہوتی ہے، اور روایاتِ حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے اُن روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لیے پیش کیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ کا اختلاف ہے جو اوپر آچکا ہے، اس لیے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلے میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایاتِ حدیث کو پیش کیا۔ (روح المعانی) وہ احادیث یہ ہیں:

امام مالکؒ نے موطا میں رسول اللہ ﷺ کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھا تھا، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے: لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (ابن کثیر) یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور روح المعانی میں روایت مسند عبد الرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے، اور طبرانی و ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا یَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ (روح المعانی) یعنی قرآن کو ہاتھ نہ لگائے بجز اس شخص کے جو پاک ہو۔

مسئلہ:

روایات مذکورہ کی بنا پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لیے طہارت شرط ہے، اُس کے خلاف گناہ ہے، ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک ہونا، باوضو ہونا، حالتِ جنابت میں نہ ہونا؛ سب اس میں داخل ہے، حضرت علی مرتضیٰؓ، ابن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؒ، عطاؒ اور زہریؒ، نخعیؒ، حکمؒ، حمادؒ، امام مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ؛ سب کا یہی مسلک ہے۔ اوپر جو اختلاف اقوال نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت اور جمہور امت کے نزدیک مسلّم ہے، کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں؟ بعض حضرات نے اس آیت کا مفہوم اور احادیث مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دیا، اور اس آیت اور احادیث مذکورہ کے مجموعہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا، دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں پیش کرنے سے بوجہ اختلافِ صحابہ احتیاط کی، لیکن احادیث مذکورہ کی بنا پر مسلک سب نے یہی اختیار کیا کہ بے وضو و بے طہارت قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اس لیے خلاف [یعنی اختلاف] مسئلے میں نہیں، بلکہ اس کی دلیل میں ہوا ہے۔" (تفسیر معارف القرآن عثمانی سورت واقعہ آیت: 79، 8/ 286، 287)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

20 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/16 جنوری 2020

اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اُونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم:

احناف کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لیے اس کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں، یہی مذہب حضرات خلفائے راشدین، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت اُبیّ بن کعب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو طلحہ، حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے، اسی طرح امام ابراہیم نخعی تابعی اور امام ابو حنیفہ تابعی سمیت جمہور تابعین کرام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب امام مالک اور امام شافعی سمیت جمہور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا بھی ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین احادیثِ مبارکہ اور ان کے معانی سے بخوبی واقف ہیں۔

- بذل المجهود شرح سنن ابی داود میں ہے:

قلنا: قال الشوكاني: وقد اختلف في ذلك، فذهب الأكثرون إلى أنه لا ينقض الوضوء، قال النووي: ممن ذهب إلى ذلك الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وأُبَيّ بن كعب، وابن عباس، وأبو الدرداء، وأبو طلحة، وعامر بن ربيعة، وأبو أمامة، وجماهير من التابعين، ومالك، وأبو حنيفة، والشافعي وأصحابهم، فإنهم لا يرون الوضوء بأكل لحوم الإبل ولا بمسها. (بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الإِبِلِ)

- عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

واختلف العلماء في أكل لحم الجزُور، فمذهب الأكثرين إلى أنه لا ينقض الوضوء، وممن ذهب إليه الخلفاء الأربعة، وابن مسعود، وأبي ابن كعب، وابن عباس، وأبو الدرداء، وأبو طلحة، وعامر بن ربيعة، وأبو أمامة، وجماهير التابعين، وأبو حنيفة، ومالك، والشافعي، وأصحابهم.

اُونٹ کے گوشت سے وضو نہ ٹوٹنے کے دلائل:

1۔ ”مصنَّف ابن ابی شیبہ“ میں حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام اور امام طاوس، امام عطا، امام مجاہد، امام سُوید بن غفلہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ جیسے تابعین

عظام سے یہی منقول ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس کے بعد وضو کی ضرورت ہے۔

باب: مَنْ قَالَ: لَا يَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ:

٥١٩- حَدَّثَنَا عَائِذُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ وَشَرِبَ لَبَنَ الْأَبِلِ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انھوں نے اونٹ کا گوشت کھایا اور اونٹنی کا دودھ پیا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٠- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَتَوَضَّؤُونَ مِنْ لُحُومِ الْأَبِلِ وَأَلْبَانِها.

ترجمہ: امام عطاء، امام طاوس اور امام مجاہد رحمہم اللہ اونٹ کا گوشت کھانے اور (اونٹنی کا) دودھ پینے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

٥٢١- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي سَبْرَةَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت ابو سَبرہ نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت کھایا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ: أَنَّ عَلِيًّا أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت کھایا، اور اس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٣- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نفاعة بن مُسْلم قَالَ: رَأَيْتُ سُوَيْد بْنَ غَفَلَةَ أَكَلَ لَحْمَ جَزُورٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ترجمہ: حضرت نفاعہ بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام سُوَید بن غفلہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انھوں نے اونٹ کا گوشت کھایا، اوراس کے بعد وضو کیے بغیر ہی نماز ادا کی۔

٥٢٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَيْسَ فِي لحومِ الْأَبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وُضُوءٌ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہے۔

2۔ متعدد حضرات اکابر اہلِ علم نے اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہ ٹوٹنے سے متعلق اس روایت سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل یہی تھا کہ وہ آگ سے پکائی ہوئی کوئی بھی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔

- سنن النسائی میں ہے:

١٨٥- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّت النَّارُ.

اس حدیث کے عموم سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اونٹ کے گوشت سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ وہ بھی آگ سے پکائی ہوئی چیزوں میں شامل ہے۔

- بذل المجہود شرح سنن ابی داود میں ہے:

وأما القائلون بعدم النقض فاحتجوا بحديث جابر رضي الله عنه الذي أخرجه الأربعة أنه قال: كان آخر الأمرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما مست النار، أي تحقق الأمران: الوضوء والترك، وكان الترك آخر الأمرين، فارتفع الوضوء أي وجوبه. ولهذا قال الترمذي: وكأن هذا الحديث ناسخ للحديث الأول: حديث الوضوء مما مسّت النار، ولما كانت لحوم الإبل داخلة فيما مسّت النار، وكانت فردًا من أفراده، ونُسِخ وجوبُ الوضوء عنه بجميع أفراده: استلزم نسخ الوجوب عن هذا الفرد أيضًا. فما قال النووي: «لكن هذا الحديث عام، وحديث الوضوء من

لحوم الإبل خاص» مندفع؛ لأنا لا نسلم كونه منسوخًا بحيث إنه خاص، بل لأنه فرد من أفراد العام الذي نسخ، فإذا نسخ العام وهو وجوب الوضوء مما مست النار نسخ جميع أفرادها، ومن أفرادها أكل لحوم الإبِل التي مسته النار، ولو سُلِّمَ كونها خاصًّا، فالعام والخاص عندنا قطعيان متساويان، لا يقدم أحدهما على الآخر، فعلى هذا العام ينسخ الخاص أيضًا .....

(بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لحُومِ الإِبِلِ)

3۔ وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے سے متعلق شریعت کا ایک بہترین اصول یہ ہے کہ: وضو جسم سے نکلنے والی چیز سے ٹوٹتا ہے نہ کہ جسم میں داخل ہونے والی چیز سے۔

اس کے عموم سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اونٹ سمیت کسی بھی قسم کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ یہ جسم کے اندر داخل ہونے والی چیزوں میں سے ہے۔

یہ اصول متعدد حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۵٤۲- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْوُضُوءُ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

۷٦۱- عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ طَعِمَ خُبْزًا وَلَحْمًا فَقِيلَ لَهُ: أَلَا تَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: إِنَّ الْوُضُوءَ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- المعجم الکبیر طبرانی میں ہے:

۹۲۳۷- عن وائل بن داود عن إبراهيم، عن عبد الله بن مسعود قال: إنما الوضوء مما خرج،

وليس مما دخل، والصوم مما دخل وليس مما خرج.

امام عکرمہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٣- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: الْوُضُوءُ مِمَّا خَرَجَ، وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ.

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦٦٣- عن قتادة، عن بن المسيب قال: إنما الوضوء مما خرج، قال: وليس مما دخل؛ لأنه يدخل وهو طيب لا عليك منه، ويخرج وهو خبيث عليك منه الوضوء والطهور.

اونٹ کے گوشت سے وضو ٹوٹنے سے متعلق روایت کا صحیح مطلب:

بعض احادیث میں جو اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر آتا ہے تو اس بارے میں چند باتیں سمجھنے کی ہیں:

1۔ایک تو یہ ہے کہ اس حدیث میں وضو سے مراد نماز والا وضو نہیں بلکہ منہ ہاتھ دھونا مراد ہے کیوں کہ اونٹ کے گوشت میں چکناہٹ اور بو زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو کھانے کے بعد منہ ہاتھ دھونے کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیے،اور احادیث سے واقف شخص یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ وضو کا اطلاق منہ ہاتھ دھونے پر بھی ہوتا ہے۔یہ معنی مراد لینے کی صورت میں احادیث میں تطبیق کی صورت نکل آتی ہے اور باہمی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔

- بذل المجہود شرح سنن ابی داود میں ہے:

وقال بعضهم: إن المراد من الوضوء غسل اليدين والفم؛ لما في لحم الإبل من رائحة كريهة ودسومة غليظة بخلاف لحم الغنم، ويؤيده الروايات التي رويت عن ابن مسعود: أنه جيء بقصعة فيها ثريد ولحم، فأكل ومضمض وغسل أصابعه، ثم قام إلى الصلاة، وكذلك عنه قال: لأن أتوضأ من الكلمة المنتنة أحبُّ إليَّ من أن أتوضأ من اللقمة الطيبة. وكذلك روي: أن

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عثمان رضي الله عنه أكل خبزًا ولحمًا، وغسل يديه، ثم مسح بهما وجهه، ثم صلى ولم يتوضأ. وكذلك عن ابن عبّاس: أنه أتي بجفنة من ثريد ولحم، فأكل منها، وغسل أطراف أصابعه، ولم يتوضأ، أخرجها الطحاوي. فهؤلاء الكبراء من الصحابة لما لم يتوضؤوا من أكل ما مسّته النار وضوءًا اصطلاحيًّا، واكتفوا على الوضوء اللغوي، عُلِمَ بذلك أن المراد بالوضوء ها هنا الوضوء اللغوي لا الاصطلاحي. (بابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الإِبِلِ)

- **العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں ہے:**

وقال أهل المذاهب الثلاثة: إن المراد من الوضوء المضمضة، ولما كان في لحم الإبل دسومة خلاف الغنم ففرق الشارع بين الإبل والغنم. قال ابن تيمية: لم يثبت معنى الوضوء في عرف الحديث سوى وضوء الصلاة. أقول: إن للوضوء معان في عرف الشرع، وقد يكون بمعنى المضمضة كما في «الترمذي» (من الجزء الثاني ص:٨) بسند ضعيف، وأخرجه أبو بشر الدولابي الحنفي في «كتاب الأسماء والكنى»، وفي «الكنز» (ص: ٢٩): «إلا أن يكون لبن الإبل إذا شربتموه فتمضمضوا بالماء» طب، وأيضًا عن أبي أمامة، والأقرب عندي قول: إنه مستحب للخواص، وذكر الشاه ولي الله «في حجة الله البالغة»: أن يعقوب حرم لحم الإبل على نفسه نذرًا حين ابتلي بمرض عرق النساء فتركه بنوه، ثم أنزل الله حرمته في التوراة، ثم أنزل الله حلته في شريعتنا، فلعل الاستحباب الخصوصي؛ لحرمته في التوراة، والله أعلم.
(باب ما جاء في الوضوء من لحوم الإبل)

وضو سے منہ ہاتھ دھونا مراد لینے کی چند مثالیں:

واضح رہے کہ بعض جگہ وضو سے نماز والا وضو مراد نہیں ہوتا بلکہ منہ ہاتھ یا چند اعضا دھونا یا فقط تر ہاتھ پھیرنا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ذیل کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

- **السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:**

١ـ ٦٨٦- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: لَيْسَ الْوُضُوءُ مِنَ

الرُّعَافِ وَالْقَيْءِ وَمَسِّ الذَّكَرِ وَمَا مَسَّتِ النَّارُ بِوَاجِبٍ. فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ»، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمًا سَمِعُوا وَلَمْ يَعُوا، كُنَّا نُسَمِّي غَسْلَ الْيَدِ وَالْفَمِ وُضُوءًا، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ، إِنَّمَا أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَغْسِلُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَفْوَاهَهُمْ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

٢- وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ غَسَلَ يَدَيْهِ مِنْ طَعَامٍ ثُمَّ مَسَحَ بِبَلَلِ يَدَيْهِ وَجْهَهُ وَقَالَ: هَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ. وَهَذَا مَعْرُوفٌ مِنْ كَلَامِ الْعَرَبِ يُسَمَّى وُضُوءًا لِغَسْلِ بَعْضِ الْأَعْضَاءِ لَا لِكَمَالِ وُضُوءِ الصَّلَاةِ. (باب تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ خُرُوجِ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ)

- سنن ابی داود میں ہے:

٣٧٦٣- عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ».

وقال في «بذل المجهود شرح سنن أبي داود»: والمراد بالوضوء: غسل اليدين فقط، ومذهب الحنفية ما قال في «الدر المختار»: وسنَّة الأكل البسملة أوله والحمدلة آخره، وغسل اليدين قبله وبعده «ملتقى».

- سنن النسائی میں ہے:

١٣٠- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ لِحَوَائِجِ النَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أُتِيَ بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَمَسَحَ بِهِ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ فَضْلَهُ فَشَرِبَ قَائِمًا وَقَالَ: إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ هَذَا وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ، وَهَذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ.

2۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اسلام کے ابتدائی ایام کی بات ہے جبکہ بعد میں یہ منسوخ ہو چکا اور اس کے منسوخ ہونے کی ایک واضح دلیل وہی ہے جو ماقبل میں سنن النسائی کے حوالے سے بیان ہوئی کہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل یہی تھا کہ وہ آگ سے پکائی ہوئی کوئی بھی چیز کھانے کے بعد وضو نہیں فرماتے تھے۔ اس کی مکمل تفصیل ماقبل میں بذل المجھود کی عبارت میں بیان ہو چکی۔

- مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

وَفِيهِ تَأْكِيدُ الْوُضُوءِ مِنْ أَكْلِ لَحْمِ الْإِبِلِ، وَهُوَ وَاجِبٌ عِنْدَ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ النَّوَوِيُّ: وَهَذَا الْمَذْهَبُ أَقْوَى دَلِيلًا، وَعِنْدَ غَيْرِهِ الْمُرَادُ مِنْهُ غَسْلُ الْيَدَيْنِ وَالْفَمِ؛ لِمَا فِي لَحْمِ الْإِبِلِ مِنْ رَائِحَةٍ كَرِيهَةٍ وَدُسُومَةٍ غَلِيظَةٍ بِخِلَافِ لَحْمِ الْغَنَمِ، أَوْ مَنْسُوخٌ بِحَدِيثِ جَابِرٍ. (بَابُ مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

22 ربیع الثانی 1441ھ/ 20 دسمبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

زخم سے خون

اور پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

زخم سے خون اور پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم:

اگر کسی شخص کے جسم میں کوئی زخم ہو اور اس سے خون یا پیپ نکل آئے تو محض ان کے نکل آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بلکہ وضو اس وقت ٹوٹے گا جب خون یا پیپ نکل آنے کے بعد اپنی جگہ یعنی زخم سے بہہ جائے۔

وضاحتیں:

1۔ خون اور پیپ کے بہنے میں اصل اعتبار اس خون اور پیپ ہی کا ہے کہ وہ اتنی مقدار میں نکلے کہ وہ بہہ جائے، یہی وجہ ہے کہ اگر خون یا پیپ اتنا نکل آئے کہ وہ بہتا نہ ہو لیکن ہاتھ وغیرہ کے لگنے یا پسینے کی وجہ سے زخم کے آس پاس لگ جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ بہا نہیں ہے۔

2۔ اگر زخم سے نکلنے والے خون یا پیپ کو کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جاتا رہا اور وہ اتنی مقدار میں نکلا ہو کہ اگر اسے صاف نہ کیا جاتا تو زخم سے بہہ جاتا تو ایسی صورت میں بھی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اگر اتنا نکلا ہو کہ وہ زخم سے نہ بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

3۔ یہی حکم انجکشن کا بھی ہے کہ انجکشن لگانے سے جو خون نکلتا ہے اس سے وضو اس وقت ٹوٹے گا جب وہ اتنا نکل آئے کہ زخم سے بہہ جائے۔

راجح قول سے متعلق تنبیہ:

بعض کتبِ فقہ جیسے ہدایہ، ملتقیٰ اور عالمگیریہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورت میں وضو اس وقت ٹوٹے گا جب یہ خون یا پیپ خود بخود نکل کر بہہ جائے، لیکن اگر خود بخود نہ نکلے بلکہ دَبا کر اور زور دے کر نکالا جائے تب وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ زخم سے کیوں نہ بہہ جائے۔ واضح رہے کہ یہ قول راجح نہیں اور نہ ہی اس پر فتویٰ ہے، بلکہ راجح اور مفتیٰ بہ قول وہی ہے جو شروع میں بیان ہوا کہ یہ بہہ جانے والا خون یا پیپ چاہے خود بخود نکلا ہو یا دبا کر نکالا گیا ہو؛ دونوں صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

- **الدر المختار میں ہے:**

(وَيَنْقُضُهُ) خُرُوجُ مِنْهُ كُلِّ خَارِجٍ (نَجِسٍ) بِالْفَتْحِ وَيُكْسَرُ (مِنْهُ) أَيْ مِنَ الْمُتَوَضِّئِ الْحَيِّ مُعْتَادًا أَوْ لَا، مِنَ السَّبِيلَيْنِ أَوْ لَا (إلَى مَا يُطَهَّرُ) بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ، أَيْ يَلْحَقُهُ حُكْمُ التَّطْهِيرِ. ثُمَّ الْمُرَادُ بِالْخُرُوجِ مِنَ السَّبِيلَيْنِ مُجَرَّدُ الظُّهُورِ وَفِي غَيْرِهِمَا عَيْنُ السَّيَلَانِ وَلَوْ بِالْقُوَّةِ، لِمَا قَالُوا: لَوْ مَسَحَ الدَّمَ كُلَّمَا خَرَجَ وَلَوْ تَرَكَهُ لَسَالَ نَقَضَ وَإِلَّا لَا ..... (وَالْخَارِجُ) بِنَفْسِهِ (سِيَّانِ) فِي حُكْمِ النَّقْضِ عَلَى الْمُخْتَارِ كَمَا فِي «الْبَزَّازِيَّةِ»، قَالَ: لِأَنَّ فِي الْإِخْرَاجِ خُرُوجٌ فَصَارَ كَالْفَصْدِ. وَفِي «الْفَتْحِ» عَنِ «الْكَافِي»: أَنَّهُ الْأَصَحُّ، وَاعْتَمَدَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ. وَفِي «الْقُنْيَةِ» وَ«جَامِعِ الْفَتَاوَى»: أَنَّهُ الْأَشْبَهُ، وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ الْأَشْبَهُ بِالْمَنْصُوصِ رِوَايَةً وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً، فَيَكُونُ الْفَتْوَى عَلَيْهِ.

فائدہ:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ احناف کا یہ مذہب احادیث سے ثابت نہیں اس لیے ذیل میں احناف کے اس مذہب سے متعلق دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ یہ غلط فہمی دور ہو سکے۔

واضح رہے کہ احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

1۔«سنن دار قطني» میں ہے کہ:

٥٩٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِسْحَاقَ الْفَارِسِيُّ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عِيسَى بْنِ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قَالَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ».

2۔ «الكامل لابن عدي» میں ہے کہ:

عَنْ عَبد الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَان بْنِ عُثْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَال: قَال رَسُولِ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». (٢٩- أحمد بن الفرج بن سليمان)

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''وضو اس خون سے ٹوٹتا ہے جو بہنے والا ہو۔''

تنبیہ: اس حدیث کی سند سے متعلق اگر کسی اہلِ علم کو شبہ ہو تو اس کا جواب درج ذیل عبارات میں ملاحظہ فرمائیں:

- نصب الراية:

الْحَدِيثُ السَّابِعَ عَشَرَ: رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». قُلْت: رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، وَمِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. أَمَّا حَدِيثُ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ فَأَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيّ فِي «سُنَنِهِ» عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ»، انْتَهَى. قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمٍ وَلَا رَآهُ، وَالْيَزِيدَانِ مَجْهُولَانِ، انْتَهَى. وَأَمَّا حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَرَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي «الْكَامِلِ» فِي تَرْجَمَةِ أَحْمَدَ بْنِ الْفَرَجِ: عَنْ بَقِيَّةَ ثَنَا شعبة عن عمر بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ». انْتَهَى قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ حَدِيثِ أَحْمَدَ هَذَا، وَهُوَ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ، وَلَكِنَّهُ يُكْتَبُ؛ فَإِنَّ النَّاسَ مَعَ ضَعْفِهِ قَدْ احْتَمَلُوا حَدِيثَهُ، انْتَهَى. وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي كِتَابِ «الْعِلَلِ»: أَحْمَدُ بْنُ الْفَرَجِ كَتَبْنَا عَنْهُ، وَمَحَلُّهُ عِنْدَنَا الصِّدْق. انْتَهَى

- فتح القدير:

وَأَمَّا حَدِيثُ: «الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ» فَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقٍ ضَعِيفَةٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي «الْكَامِلِ» مِنْ أُخْرَى، وَقَالَ: لَا نَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ حَدِيثِ أَحْمَدَ بْنِ فَرُّوخَ، وَهُوَ مِمَّنْ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ وَلَكِنَّهُ يَكْتُبُ؛ فَإِنَّ النَّاسَ مَعَ ضَعْفِهِ قَدْ احْتَمَلُوا حَدِيثَهُ. اهـ لَكِنْ قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي كِتَابِ «الْعِلَلِ»: قَدْ كَتَبْنَا عَنْهُ، وَمَحَلُّهُ عِنْدَنَا الصِّدْقُ، وَقَدْ تَظَافَرَ مَعَهُ حَدِيثُ الْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إلَيْهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: «لَا، إنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْست بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ». قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: قَالَ أَبِي: «ثُمَّ

تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ». وَاعْتُرِضَ بِأَنَّهُ كَلَامُ عُرْوَةَ، وَدُفِعَ بِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ، وَأَيْضًا لَوْ كَانَ لَقَالَ: تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا قَالَ: «تَوَضَّئِي» عَلَى مُشَاكَلَةِ الْأَوَّلِ الْمَنْقُولِ لَزِمَ كَوْنُهُ مِنْ قَائِلِ الْأَوَّلِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ لَفْظَ «اغْسِلِي» خِطَابُ النَّبِيِّ ﷺ لِفَاطِمَةَ، وَلَيْسَ عُرْوَةُ مُخَاطِبًا لَهَا لِيَكُونَ قَوْلُهُ: «ثُمَّ تَوَضَّئِي» خِطَابًا مِنْهُ لَهَا، فَلَزِمَ كَوْنُهُ مِنَ الْمُخَاطِبِ بِالْأَوَّلِ، وَهُوَ النَّبِيُّ ﷺ. وَقَدْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ كَذَلِكَ وَلَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى ذَلِكَ، وَلَفْظُهُ: «وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ»، وَصَحَّحَهُ.

آگے ذکر ہونے والے تمام دلائل ''مصنف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ حدیث نمبر موجود ہے، ان میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ، اور امام ابراہیم نخعی، امام حسن بصری، امام شعبی، امام سعید بن مسیب، امام مکحول رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے یہی بات ثابت ہے کہ وضو محض خون نکلنے سے نہیں ٹوٹتا بلکہ جب زخم سے بہہ جائے تب ٹوٹ جاتا ہے۔ ساتھ میں یہ بھی یاد رہے کہ مصنَّف ابن ابی شیبہ کے مصنِّف امام ابو بکر عبد اللہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ ہیں جو کہ امام بخاری، امام احمد، امام مسلم اور امام ابوداود رحمہم اللہ کے جلیل القدر استاد ہیں۔

- **حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:**

١٤٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ بَكْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَصَرَ بَثْرَةً فِي وَجْهِهِ فَخَرَجَ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ، فَحَكَّهُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

- **حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:**

١٤٨٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّهُ أَدْخَلَ إِصْبَعَهُ فِي أَنْفِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهَا دَمٌ فَمَسَحَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالتُّرَابِ ثُمَّ صَلَّى.

- **حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٦٧- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَالَ الدَّمُ نُقِضَ الْوُضُوءُ.

- **حضرت امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٦٨- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْوُضُوءَ مِنَ الدَّمِ إِلَّا مَا كَانَ سَائِلًا.

- **حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٢- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ: الْوُضُوءُ وَاجِبٌ مِنْ كُلِّ دَمٍ قَاطِرٍ. قَالَ: وَسَمِعْتُ الْحَكَمَ يَقُولُ: مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ.

- **حضرت امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٤- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ أَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي أَنْفِهِ فَخَرَجَ دَمٌ فَمَسَحَهُ فَصَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

- **حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:**

١٤٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ بُرْدٍ عَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالدَّمِ إِذَا خَرَجَ مِنْ أَنْفِ الرَّجُلِ، إِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَفْتِلَهُ بِإِصْبَعِهِ إِلَّا أَنْ يَسِيلَ أَوْ يَقْطُرَ.

خلاصہ:

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب حضور اقدس ﷺ سے بھی ثابت ہے، بعض صحابہ کرام سے بھی اور جلیل القدر ائمہ تابعین سے بھی ثابت ہے الحمد للہ۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

7 ربیع الاول 1441ھ/5 نومبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

شرمگاہ کو چھونے سے وضوٹوٹنے کا حکم:

احناف کے نزدیک شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لیے اس کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔
احناف کے اس موقف کا ثبوت حضور اقدس ﷺ سے بھی ہے، اور حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو الدرداء جیسے عظیم القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی، اور امام سعید بن جبیر، امام ابراہیم نخعی، امام طاوس، امام سعید بن المسیّب اور امام ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر تابعین کرام رحمہم اللہ سے بھی ہے۔

احادیث اور آثار ملاحظہ فرمائیں:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی! ایک شخص وضو کرنے کے بعد اپنی شرمگاہ کو چھولے تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”یہ (شرمگاہ) اس کے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے۔“ (یعنی جس طرح جسم کے دیگر اعضا کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

- سنن ابی داود میں ہے:

۱۸۲- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللهِ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: «هَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ» -أَوْ قَالَ:- «بَضْعَةٌ مِنْهُ».

- سنن النسائی میں ہے:

۱۶۵- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْكَ» أَوْ: «بَضْعَةٌ مِنْكَ».

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٧٥٦- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجْنَا وَفْدًا حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا بِضْعَةٌ» أَوْ: «مُضْغَةٌ مِنْك؟»

١٧٦٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: «هَلْ هُوَ إِلَّا حِذْوَةٌ مِنْك».

- سنن الترمذی میں ہے:

٨٥- عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ الحَنَفِيُّ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «وَهَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ؟ أَوْ: بِضْعَةٌ مِنْهُ؟».

وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَبَعْضِ التَّابِعِينَ: أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوا الوُضُوءَ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الكُوفَةِ، وَابْنِ المُبَارَكِ، وَهَذَا الحَدِيثُ أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هَذَا البَابِ.

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہی مذہب بہت سے صحابہ کرام، بعض تابعین کرام، اہلِ کوفہ اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا بھی ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٠٠- مَنْ كَانَ لَا يَرَى فِيهِ وُضُوءًا:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٤٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ هُزَيْلٍ: أَنَّ أَخَاهُ أَرْقَمَ بْنَ شُرَحْبِيلَ سَأَلَ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ: إِنِّي أَحْتَكُّ فَأُفْضِي بِيَدَيَّ إِلَى فَرْجِي؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: إِنْ عَلِمْتَ أَنَّ مِنْك بِضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

۱۷۵۲- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَن، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: مَا أُبَالِي مَسِسْت ذَكَرِي أَوْ إِبْهَامِي أَوْ أُذُنِي أَوْ أَنْفِي.

۱۷۶۳- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ.

حضرت سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۷۵۰- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ سَعْدًا عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: إِنْ عَلِمْت أَنَّ مِنْك بِضْعَةً نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۷۵۱- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّهُ قَالَ: مَا أُبَالِي مَسِسْت ذَكَرِي أَوْ أُذُنِي.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

۱۷۵۳- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

۱۷۵٤- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ وَوَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ فِيهِ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَسُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَا هُوَ إِلَّا بِضْعَةٌ مِنْك، وَإِنَّ لِكَفِّكَ مَوْضِعًا غَيْرَهُ.

حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

۱۷۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: مَا أُبَالِي إِيَّاهُ مَسِسْت أَوْ بَطْنَ فَخِذِي، يَعْنِي ذَكَرَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١٧٥٧- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سُئِلَ عَلِيٌّ عَنِ الرَّجُلِ يَمَسُّ ذَكَرَهُ، قَالَ: لَا بَأْسَ.

١٧٦٠- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَوْ طَرَفَ أَنْفِي، وَقَالَ عَلِيٌّ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَمْ طَرَفَ أُذُنِي.

یہ دلائل ''مصنّف ابن ابی شیبہ'' سے لیے گئے ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- موطأ امام محمد میں ہے:

٢٨- قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ بِضْعَةٌ مِنْكَ.

حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثبوت:

- مصنّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١٧٥٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيم، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَا أُبَالِي مَسَسْتُهُ أَوْ أَنْفِي.

امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١٧٥٩- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ.

امام طاوس تابعی اور امام سعید بن جبیر تابعی رحمہم اللہ سے ثبوت:

١٧٦١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ: قَالَ طَاوُس

وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ وَهُوَ لَا يُرِيدُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ.

امام سعید بن المسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- موطاامام محمد میں ہے:

١٦- قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ: أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي ذُبَابٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: لَيْسَ فِي مَسِّ الذَّكَرِ وُضُوءٌ.

شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹنے سے متعلق قیاس کا تقاضا:

شرمگاہ کو چھونے سے متعلق قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ:

- شرمگاہ بھی جسم کے دیگر اعضا کی طرح ایک عضو ہے، جس طرح دیگر اعضا کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ جیسا کہ ماقبل کے دلائل میں بیان ہوا۔
- اس بات میں امت کا اتفاق ہے کہ پیشاب اپنی ذات میں ناپاک چیز ہے اور شرمگاہ ظاہری طور پر پاک چیز ہے، تو جب پیشاب جیسی ناپاک چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو شرمگاہ جیسی پاک چیز کو چھونے سے وضو کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

23 ربیع الاوّل 1441ھ/21 نومبر 2019

نمازِ فجر کا مستحب وقت

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فجر کی نماز کا وقتِ ادا:

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج نکلنے تک رہتا ہے، اس دوران جب بھی فجر کی نماز ادا کی جائے تو ادا شمار ہوتی ہے، اور جب سورج نکلنا شروع ہو جائے تو فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔

(البحر الرائق، الدر المختار، تبیین الحقائق)

مردوں کے لیے نمازِ فجر کا مستحب وقت:

مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں ادا کریں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ. یعنی فجر کی نماز روشنی میں پڑھا کرو کیوں کہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔

واضح رہے کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام جیسے: حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت حسین، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین کرام جیسے: حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت سعید بن جبیر اور حضرت علقمہ اور دیگر جلیل القدر حضرات رحمہم اللہ سے یہی ثابت ہے کہ فجر کی نماز اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا افضل ہے اور اس کا اجر بھی زیادہ ہے، حتی کہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جتنا اتفاق اس بات پر ہوا اس سے بڑھ کر کسی اور بات پر نہیں ہوا۔

- سنن الترمذی میں ہے:

١٥٤- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «أَسْفِرُوا بِالفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ». وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ هَذَا الحَدِيثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ أَيْضًا عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، وَجَابِرٍ، وَبِلَالٍ. حَدِيثُ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَأَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالتَّابِعِينَ: الإِسْفَارَ بِصَلَاةِ الفَجْرِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

• **مصنف ابن ابی شیبہ:**

٣٢٦١- عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ».

٣٢٦٣- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ: أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: يَا ابْنَ النَّبَّاحِ، أَسْفِرْ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٤- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٥- عَنْ زِيَادِ بْنِ الْمُقَطِّعِ قَالَ: رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَسْفَرَ بِالْفَجْرِ جِدًّا.

٣٢٦٦- عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ بِغَلَسٍ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ.

٣٢٦٧- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍعَنْ رَضِيِّ بْنِ أَبِي عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَبِيعُ بْنُ جُبَيْرٍ يَقُولُ لَهُ- وَكَانَ مُؤَذِّنُهُ-: يَا أَبَا عَقِيلٍ، نَوِّرْ، نَوِّرْ.

٣٢٦٨- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٦٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ يُسْفِرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٠- عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يُسْفِرُونَ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧١- عَنْ عُبَيْدٍ الْمُكْتِبِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُنَوِّرُ بِالْفَجْرِ.

٣٢٧٢- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّكُمْ كُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ كَانَ أَعْظَمَ لِلأَجْرِ».

٣٢٧٣- حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: كَانُوا يُحِبُّونَ أَنْ يَنْصَرِفُوا مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَحَدُهُمْ يَرَى مَوْضِعَ نَبْلِهِ.

٣٢٧٤- حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: سَافَرْت مَعَ عَلْقَمَةَ، فَكَانَ يُنَوِّرُ بِالصُّبْحِ.

٣٢٧٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب:

نمازِ فجر کو روشنی میں ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں نمازِ فجر ادا کی جائے کہ جب روشنی خوب پھیل جائے اور سورج طلوع ہونے تک اس قدر وقت باقی ہو کہ مسنون قرأت کے ساتھ سنت کے مطابق نماز ادا کرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی رہے کہ اگر کسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے تو سنت کے مطابق مسنون قرأت کے ساتھ وہ نماز دوبارہ ادا کی جاسکے اور اس کے بعد بھی مسبوق افراد اپنی بقیہ نماز پوری کر سکیں۔ بعض اہل علم حضرات کے تجربے کے مطابق سورج طلوع ہونے سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے فجر کی نماز ادا کرنے سے اس پر بخوبی عمل کیا جاسکتا ہے۔

نمازِ فجر میں مسنون قرأت کی مقدار:

واضح رہے کہ نمازِ فجر میں مسنون قرأت سے مراد یہ ہے کہ طوال مفصل یعنی سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج تک کی سورتوں میں سے دونوں رکعتوں میں چالیس تا ساٹھ آیات تلاوت کی جاسکیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ:

یہ واضح رہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے ہی میں ادا کرنا افضل ہے۔

(ردالمحتار، علم الفقہ)

رمضان المبارک میں اندھیرے میں نمازِ فجر کی ادائیگی کی وجہ:

عام حالات میں تو فجر کی نماز میں افضل یہی ہے کہ وہ روشنی میں ادا کی جائے جس کی تفصیل بیان ہو چکی، اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ تاخیر سے ادا ہونے کی صورت میں اس میں لوگ کثرت سے جماعت میں شریک ہو سکیں گے کیوں کہ اگر وقت داخل ہوتے ہی اندھیرے میں نماز ادا کی جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی جماعت رہ جائے، حالاں کہ تکثیرِ جماعت بھی مطلوب ہے۔ لیکن جہاں اندھیرے میں نماز ادا کرنے کی صورت میں جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شرکت ہو جاتی ہو اور روشنی میں نماز ادا کرنے کی وجہ

سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ رمضان المبارک میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے وقت داخل ہو جانے کے بعد اندھیرے ہی میں فجر ادا کرنا افضل ہے۔
(فیض الباری، فتاویٰ محمودیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٧٧- عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

- فیض الباری شرح صحیح بخاری للامام الکشمیری میں ہے:

٥٧٧- قوله: (كنت أَتَسحَّرُ في أهلي، ثُمَّ يكونُ سُرْعَةٌ بي أَنْ أُدْرِكَ صلاةَ الفجرِ مَعَ رَسولِ الله ﷺ) ولعل هذا التَّغْلِيس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمعَ النَّاس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (باب وَقْتِ الفَجْر)

عورتوں کے لیے نمازِ فجر کا مستحب وقت:

عورتوں کے لیے ہمیشہ اندھیرے ہی میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے، یعنی جیسے فجر کا وقت داخل ہو جائے تو عورتوں کو چاہیے کے فجر کی نماز ادا کرلیں، روشنی پھیلنے کا انتظار نہ کریں، کیوں کہ یہی ان کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار، علم الفقہ)

خواتین مسجد کی اذان کی پابند نہیں:

خواتین مسجد کی اذان کی پابند نہیں بلکہ وقت داخل ہوتے ہی وہ نماز ادا کر سکتی ہیں اگرچہ اذان نہ ہوئی ہو، البتہ جن خواتین کو نماز کا وقت داخل ہونے کا علم نہ ہوتا ہو تو ان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ یا تو کسی سے پوچھ لیا کریں یا مسجد کی اذان کا انتظار کریں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ خواتین کے لیے افضل یہ ہے کہ نمازِ فجر تو اندھیرے میں ادا کریں اور باقی نمازیں مردوں کی جماعت ہو جانے کے بعد ادا کرلیا کریں۔
(الدر المختار، علم الفقہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تفصیلی عبارات

- الدر المختار میں ہے:

(وَقْتُ) صَلَاةِ (الْفَجْرِ) ..... (مِنْ) أَوَّلِ (طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي) وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُنْتَشِرُ الْمُسْتَطِيرُ لَا الْمُسْتَطِيلُ (إِلَى) قُبَيْلِ (طُلُوعِ ذُكَاءَ) بِالضَّمِّ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ: اسْمُ الشَّمْسِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: مِنْ أَوَّلِ طُلُوعِ إِلَخْ) زَادَ لَفْظَ «أَوَّلِ»؛ اخْتِيَارًا لِمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ كَمَا قَدَّمْنَاهُ. (قَوْلُهُ: وَهُوَ الْبَيَاضُ إِلَخْ)؛ لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ وَالتِّرْمِذِيِّ وَاللَّفْظُ لَهُ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلَكِن الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ». فَالْمُعْتَبَرُ الْفَجْرُ الصَّادِقُ وَهُوَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ: أَيِ الَّذِي يَنْتَشِرُ ضَوْءُهُ فِي أَطْرَافِ السَّمَاءِ لَا الْكَاذِبُ وَهُوَ الْمُسْتَطِيلُ الَّذِي يَبْدُو طَوِيلًا فِي السَّمَاءِ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ أَيْ الذِّئْبِ ثُمَّ يَعْقُبُهُ ظُلْمَةٌ.

[فَائِدَةٌ] ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ خَلِيلُ الْكَامِلِيُّ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى «رِسَالَةِ الأسطرلاب» لِشَيْخِ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ عَلِيٍّ أَفَنْدِي الدَّاغِسْتَانِيِّ: أَنَّ التَّفَاوُتَ بَيْنَ الْفَجْرَيْنِ وَكَذَا بَيْنَ الشَّفَقَيْنِ الْأَحْمَرِ وَالْأَبْيَضِ إِنَّمَا هُوَ بِثَلَاثِ دُرَجٍ. اهـ (قَوْلُهُ: إِلَى قُبَيْلِ) كَذَا أَقْحَمَهُ فِي «النَّهْرِ»، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مَبْنِيٌّ عَلَى دُخُولِ الْغَايَةِ، لَكِنَّ التَّحْقِيقَ عَدَمُهُ لِكَوْنِهَا غَايَةَ مَدٍّ كَمَا سَبَقَ فَلَا حَاجَةَ إِلَى ذَلِكَ. اهـ إِسْمَاعِيلُ. (قَوْلُهُ: بِالضَّمِّ) أَيْ وَبِالْمَدِّ كَمَا فِي «الْقَامُوسِ» ح.

- الدر المختار میں ہے:

(وَالْمُسْتَحَبُّ) لِلرَّجُلِ (الِابْتِدَاءُ) فِي الْفَجْرِ (بِإِسْفَارٍ وَالْخَتْمُ بِهِ) هُوَ الْمُخْتَارُ بِحَيْثُ يُرَتِّلُ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ لَوْ فَسَدَ. وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ جِدًّا؛ لِأَنَّ الْفَسَادَ مَوْهُومٌ: (إِلَّا لِحَاجٍّ بِمُزْدَلِفَةَ) فَالتَّغْلِيسُ أَفْضَلُ كَمَرْأَةٍ مُطْلَقًا، وَفِي غَيْرِ الْفَجْرِ الْأَفْضَلُ لَهَا انْتِظَارُ فَرَاغِ الْجَمَاعَةِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: لِلرَّجُلِ) يَأْتِي مُحْتَرَزُهُ. (قَوْلُهُ: فِي الْفَجْرِ) أَيْ صَلَاةِ الْفَرْضِ، وَفِي صَلَاةِ السُّنَّةِ قَوْلَانِ كَمَا

يَأْتِي لِلشَّارِحِ ط. (قَوْلُهُ: بِإِسْفَارِهِ) أَيْ فِي وَقْتِ ظُهُورِ النُّورِ وَانْكِشَافِ الظُّلْمَةِ، سُمِّيَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ يُسْفِرُ: أَيْ يَكْشِفُ عَنِ الْأَشْيَاءِ خِلَافًا لِلْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ؛ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ»، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ. وَرَوَى الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ: مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ. وَتَمَامُهُ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ» وَغَيْرِهَا. (قَوْلُهُ: أَرْبَعِينَ آيَةً) أَيْ إِلَى سِتِّينَ. (قَوْلُهُ: ثُمَّ يُعِيدُهُ بِطَهَارَةٍ) أَيْ يُعِيدُ الْفَجْرَ: أَيْ صَلَاتَهُ مَعَ تَرْتِيلِ الْقِرَاءَةِ الْمَذْكُورَةِ، وَيُعِيدُ الطَّهَارَةَ لَوْ فَسَدَ بِفَسَادِهَا أَوْ ظَهَرَ فَسَادُهُ بِعَدَمِهَا نَاسِيًا. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْإِسْفَارَ أَنْ يُمْكِنَهُ إِعَادَةُ الطَّهَارَةِ وَلَوْ مِنْ حَدَثٍ أَكْبَرَ كَمَا فِي «النَّهْرِ» وَ«الْقُهُسْتَانِيِّ»، وَإِعَادَةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَالَةِ الْأُولَى قَبْلَ الشَّمْسِ. (قَوْلُهُ: وَقِيلَ: يُؤَخِّرُ جِدًّا) قَالَ فِي «الْبَحْرِ»: وَهُوَ ظَاهِرُ إِطْلَاقِ الْكِتَابِ أَيِ الْكَنْزِ، لَكِنْ لَا يُؤَخِّرُهَا بِحَيْثُ يَقَعُ الشَّكُّ فِي طُلُوعِ الشَّمْسِ اهلَكِنْ فِي «الْقُهُسْتَانِيِّ»: الْأَصَحُّ الْأَوَّلُ ح. (قَوْلُهُ: مُطْلَقًا) أَيْ وَلَوْ فِي غَيْرِ مُزْدَلِفَةَ؛ لِبِنَاءِ حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَهُوَ فِي الظَّلَامِ أَتَمُّ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26 رمضان المبارک 1441ھ/ 20 مئی 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نماز میں تعوُّذ یعنی اَعُوذُ بِاللہ پڑھنے کا حکم:

1۔ ہر نماز کی صرف پہلی رکعت میں ثنا کے بعد اور بسم اللہ سے پہلے تعوُّذ پڑھنا سنت ہے۔ یہ حکم امام کے لیے بھی ہے اور منفرد یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے کے لیے بھی، جبکہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی رکعت میں تعوُّذ نہیں پڑھے گا۔

2۔ مسبوق (یعنی جس شخص سے امام کے ساتھ ایک یا اس سے زیادہ رکعات نکل چکی ہوں وہ) جب امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرے گا تو اس میں صرف پہلی رکعت میں ثنا کے بعد اور بسم اللہ سے پہلے تعوُّذ پڑھے گا۔

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

1۔ ہر نماز کی تمام رکعات میں سورتِ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

2۔ یہاں اصولی بات یہ سمجھیے کہ تعوُّذ اور بسم اللہ قرأت کے تابع ہیں یعنی یہ سورتِ فاتحہ اور سورت کے لیے پڑھے جاتے ہیں، اس لیے تعوُّذ اور بسم اللہ پڑھنا صرف اسی کے لیے سنت ہے جس کے ذمے قرأت ہو، لیکن جس کے ذمے قرأت نہ ہو تو اس کے لیے تعوُّذ اور بسم اللہ پڑھنا بھی سنت نہیں۔ اس اصولی بات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ تعوُّذ اور بسم اللہ پڑھنا صرف امام اور منفرد یعنی اکیلے نماز ادا کرنے والے کے لیے سنت ہے کیوں کہ ان کے ذمے قرأت ہے، جبکہ مقتدی امام کے پیچھے کسی بھی رکعت میں تعوُّذ اور بسم اللہ نہیں پڑھے گا کیوں کہ اس کے ذمے قرأت نہیں۔

3۔ مسبوق جب امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرے گا تو اس میں بھی ہر رکعت میں سورتِ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے گا۔

نماز میں تعوُّذ اور بسم اللہ بھول جانے سے سجدہ سہو واجب ہونے کا حکم:

نماز میں تعوُّذ اور بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، اس لیے اگر کوئی شخص یہ پڑھنا بھول جائے تو اس سے سجدہ سہو

واجب نہیں ہوتا۔

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے:

نماز میں تعوّذ اور بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا سنت ہے، البتہ اگر کسی نے بھول کر آواز سے پڑھ لیے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تنبیہ: واضح رہے کہ مذکورہ بالا احکام مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں۔

تعوّذ:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

تسمیہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- مصنف ابن ابی شیبہ:

٢٤٧١- عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَكَبَّرَ فَقَالَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَتَعَوَّذَ.

٢٤٧٢- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَتَعَوَّذُ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، أَوْ: أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

٢٤٧٣- عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَسْتَعِيذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قُلْ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، إِنَّ اللهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

٢٤٧٥- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ».

١٩٥- مَنْ كَانَ لَا يَجْهَرُ بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»:

٤١٥١- حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَايَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ -وَلَمْ أَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ أَشَدَّ عَلَيْهِ حَدَثٌ فِي الإِسْلَامِ مِنْهُ- قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا أَقْرَأُ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»، قَالَ: يَا بُنَيَّ، إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ، فَإِنِّي قَدْ صَلَّيْت خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُ ذَلِكَ، إِذَا قَرَأْت فَقُلْ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ».

٤١٦٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ فَلَمْ يَجْهَرُوا بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٦٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَرْزُبَانِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يُخْفِي «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» وَالاسْتِعَاذَةَ، وَ«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

٤١٦١- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: جَهْرُ الإِمَامِ بِـ«بِسْمِ الله الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» بِدْعَةٌ.

٤١٦٢- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ وَابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُمَا كَانَا لَا يَجْهَرَانِ.

٤١٦٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا وَأَبَا إِسْحَاقَ عَنِ الْجَهْرِ؟ قالوا: اقْرَأْ: «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» فِي نَفْسِك.

٤١٦٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الْجَهْرُ بِـ«بسم اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» قِرَاءَةُ الأَعْرَابِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

٤١٦٩- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ لَا يَجْهَرُ بِـ«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٧٠- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: لَا يُجْهَرُ بِـ«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٧١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيّ عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الأَسْوَدِ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ عُمَرَ سَبْعِينَ صَلَاةً، فَلَمْ يَجْهَرْ فِيهَا بِـ«بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ».

٤١٥٩- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يُخْفِي الإِمَامُ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم» وَالاسْتِعَاذَةَ، وَ«آمِينَ»، وَ«رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ».

- **فتاویٰ ہندیہ:**

سُنَنُهَا: رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيمَةِ وَنَشْرُ أَصَابِعِهِ وَجَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّكْبِيرِ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِيَةُ وَالتَّأْمِينُ سِرًّا ...... ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَصُورَتُهُ: أَعُوذُ بِاللهِ من الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وهو الْمُخْتَارُ كَذَا في «الْخُلَاصَةِ»، وَبِهِ يُفْتَى هَكَذَا في «الزَّاهِدِيِّ». وَالسُّنَّةُ فيه الْإِخْفَاءُ وهو الْمَذْهَبُ عِنْدَ عُلَمَائِنَا، هَكَذَا في «الذَّخِيرَةِ»، ثُمَّ التَّعَوُّذُ تَبَعٌ لِلْقِرَاءَةِ دُونَ الثَّنَاءِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالَى حتى يَأْتِيَ بِهِ الْمَسْبُوقُ إذَا قام إلَى الْقَضَاءِ دُونَ الْمُقْتَدِي، وَيُؤَخَّرُ عن تَكْبِيرَاتِ الْعِيدِ، هَكَذَا في «الْهِدَايَةِ» وَأَكْثَرِ الْمُتُونِ. وَالتَّعَوُّذُ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ لَا غَيْرُ، فَلَو افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَنَسِيَ التَّعَوُّذَ حتى قَرَأَ الْفَاتِحَةَ لَا يَتَعَوَّذُ بَعْدَ ذلك، كَذَا في «الْخُلَاصَةِ». ثُمَّ يَأْتِي بِالتَّسْمِيَةِ وَيُخْفِيهَا وَهِيَ من الْقُرْآنِ آيَةٌ لِلْفَصْلِ بين السُّوَرِ، كَذَا في «الظَّهِيرِيَّةِ» فِيمَا يُكْرَهُ في الصَّلَاةِ، وَلَا يَتَأَدَّى بها فَرْضُ الْقِرَاءَةِ، كَذَا في «الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ»، وَيَأْتِي بها في أَوَّلِ كل رَكْعَةٍ وهو قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللهُ، كَذَا في «الْمُحِيطِ»، وفي «الْحُجَّةِ»: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، هَكَذَا في «التَّتَارْخَانِيَّة». وَلَا يُسَمِّي بين الْفَاتِحَةِ وَالسُّورَةِ، هَكَذَا في «الْوِقَايَةِ» وَ«النُّقَايَةِ»، وهو الصَّحِيحُ، هَكَذَا في «الْبَدَائِعِ» وَ«الْجَوْهَرَةِ النَّيِّرَةِ». (الْفَصْلُ الثَّالِثُ في سُنَنِ الصَّلَاةِ وَآدَابِهَا وَكَيْفِيَّتِهَا)

- **مراقی الفلاح:**

«و» يسن «التعوذ» فيقول: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، وهو ظاهر المذهب، أو: أستعيذ الخ، واختاره الهندواني «للقراءة»، فيأتي به المسبوق كالإمام والمنفرد، لا المقتدي؛ لأنه تبع للقراءة

عندهما ..... «و» تسن «التسمية أول كل ركعة» قبل الفاتحة؛ لأنه ﷺ كان يفتتح صلاته بـ«بسم الله الرحمن الرحيم»، والقول بوجوبها ضعيف وإن صح؛ لعدم ثبوت المواظبة عليها.

- **البحر الرائق:**

قَيَّدَ بِتَرْكِ الْوَاجِبِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ بِتَرْكِ سُنَّةٍ كَالثَّنَاءِ وَالتَّعَوُّذِ وَالتَّسْمِيَةِ وَتَكْبِيرَاتِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَتَسْبِيحَاتِهَا وَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ وَالتَّأْمِينِ وَالتَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ، كَذَا فِي «الْمُحِيطِ» وَ«الْخُلَاصَةِ».

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

25 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/ 21 جنوری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فجر کی جماعت

کے وقت سنّت ادا کرنے کا تفصیلی حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جب فجر کی جماعت کھڑی ہو تو اس وقت سنت پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اس کا حکم تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس مسئلے کا ہر پہلو واضح ہو سکے۔

فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنت یا نفل نماز پڑھنے کا حکم:

احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ جب فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے بعد سنت یا نفل نماز ادا کرنا درست نہیں:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر اس کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھنا جائز نہیں۔“

- صحیح مسلم میں ہے:

١٦٧٨- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

- سنن ابی داود میں ہے:

1268: عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ».

جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر اس کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھنے کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ فرض نماز کی اہمیت ان دیگر نمازوں سے کہیں زیادہ ہے، اس لیے فرض نماز کی ادائیگی ہی کو ترجیح دینی چاہیے، لیکن یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ حدیث ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی فرض نمازوں کے بارے میں تو بالکل واضح ہے کہ جب یہ فرض نمازیں کھڑی ہو جائیں تو پھر کوئی اور نماز ادا کرنا جائز نہیں، لیکن نمازِ فجر کی سنتوں کا حکم ان دیگر نمازوں سے کچھ مختلف ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد آئے کہ فجر کی فرض نماز کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو جماعت کا آخری قعدہ ملنے کی امید ہو تو وہ فجر کی سنتیں ادا کر سکتا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ۔

فجر کی سنتوں کا حکم دیگر سنتوں سے مختلف ہے:

نمازِ فجر کی سنتوں کا حکم دیگر نمازوں کی سنتوں سے مختلف ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ فجر کی سنتوں سے متعلق احادیث میں بہت زیادہ تاکید اور اہمیت بیان فرمائی گئی ہے اور ان کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے، چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سنت اور نفل نمازوں میں سب سے زیادہ پابندی اور اہتمام فجر کی سنتوں کا فرماتے تھے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

1256- عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ.

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”فجر کی دو رکعات سنت نماز دنیا اور جو کچھ اس میں ہے؛ سب سے بہتر ہے۔“

- سنن الترمذی میں ہے:

٤١٦- عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «رَكْعَتَا الفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا». حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”فجر کی دو رکعات (سنت نماز) نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔“

- مسند احمد میں ہے:

٩٢٥٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَدَعُوا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ».

فجر کی فرض نماز کے بعد فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں:

احادیث کی رو سے فجر کی فرض نماز کے بعد سورج نکل آنے تک فجر کی سنتیں پڑھنا جائز نہیں:

- **مسند احمد میں ہے کہ:**

130- حَدَّثَنَا عَفَّانُ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ: حَدَّثَنِي أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ».

- **صحیح البخاری میں ہے کہ:**

586- عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ».

- **مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:**

7405- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

7406- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

7407- عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمسُ».

ان پانچ احادیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہو جانے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج غروب ہو جانے تک (سنت اور نفل) نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس سے واضح طور پر

معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے سنت پڑھے بغیر ہی فرض ادا کرلی تو فجر کی یہ سنتیں سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کی جاسکتی ہیں، اس سے پہلے نہیں، اور سورج نکلنے کے بعد تو وہ قضا ہی کہلائیں گی نہ کہ ادا۔ معلوم ہوا کہ فجر کی سنت کا وقت صرف اور صرف فجر کی فرض نماز سے پہلے ہے، پہلے پڑھ لی تو پڑھ لی ورنہ تو قضا ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب ادا کی جاسکتی ہیں؟

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس شخص نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں تو وہ سورج طلوع ہو جانے کے بعد ادا کرلے۔''

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح عمل کیا، اور بعض اہلِ علم کا عمل بھی اسی پر ہے اور امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

- جامع الترمذی میں ہے کہ:

٤٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ». هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ فَعَلَهُ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ المُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ.

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اگر فجر کی نماز سے پہلے سنتیں ادا کرنے کا موقع نہ ملتا تو وہ سورج طلوع ہو جانے کے بعد ہی انہیں ادا فرماتے، ملاحظہ فرمائیں:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

6506- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاة ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَدَخَلَ مَعَهُمْ، ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ، فَلَمَّا أَضْحَى قَامَ فَقَضَاهُمَا.

6507- عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ صَلَّاهُمَا بَعْدَ مَا ما أَضْحَى.

مسئلہ:

جس شخص سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو اس کے لیے سورج نکلنے کے بعد اسی دن زوال سے پہلے تک قضا کی نیت سے یہ سنت ادا کرنا بہتر ہے، زوال کے بعد پھر ان کی قضا نہیں۔

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَا يَقْضِيهَا إلَّا بِطَرِيقِ التَّبَعِيَّةِ إلَخْ) أَيْ لَا يَقْضِي سُنَّةَ الْفَجْرِ إلَّا إذَا فَاتَتْ مَعَ الْفَجْرِ فَيَقْضِيهَا تبعًا لِقَضَائِهِ لَوْ قبلَ الزَّوَالِ؛ وَمَا إذَا فَاتَتْ وَحْدَهَا فَلَا تُقْضَى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ بِالْإِجْمَاعِ؛ لِكَرَاهَةِ النَّفْلِ بَعْدَ الصُّبْحِ. وَأَمَّا بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ فَكَذَلِكَ عِنْدَهُمَا، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ يَقْضِيَهَا إلَى الزَّوَالِ كَمَا فِي «الدُّرَرِ». قِيلَ: هَذَا قَرِيبٌ مِنَ الِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ: «أَحَبُّ إلَيَّ» دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَفْعَلْ لَا لَوْمَ عَلَيْهِ. وَقَالَا: لَا يَقْضِي، وَإِنْ قَضَى فَلَا بَأْسَ بِهِ، كَذَا فِي «الْخَبَّازِيَّةِ».

(بَابُ إدْرَاكِ الْفَرِيضَةِ)

فجر کی جماعت کے وقت سنت ادا کرنے کا تفصیلی حکم:

جو شخص ایسے وقت میں مسجد جا رہا ہو کہ اس کو معلوم ہو کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہو گی تو اس کو چاہیے کہ گھر میں ہی سنت ادا کر کے جائے، لیکن اگر وہ مسجد چلا جائے اور جماعت شروع ہو چکی ہو تو اگر اس کو جماعت کے ساتھ آخری قعدہ میسر آسکتا ہے تو سنت ادا کر لے تا کہ جماعت بھی مل جائے اور یہ اہم سنتیں بھی، کیوں کہ اگر ایسے موقع میں سنت کی اجازت نہ دی جائے تو سنت ادا نہیں ہو سکے گی کیونکہ فرض کے بعد تو سنت ادا کرنا درست ہی نہیں، اور ظاہر ہے کہ فجر کی سنتوں کی اہمیت اور مرتبے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں تک موقع مل سکے اس کو ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ البتہ ساتھ میں یہ بات بھی اہم ہے کہ فجر کی ان سنتوں کی اجازت اس وقت ہے جب وہ جماعت سے دور مسجد کے دروازے کے پاس یا کسی آڑ میں ادا کی جائے لیکن اگر وہ مسجد چھوٹی سی ہو اور اس میں آڑ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سنت ادا کرنا درست نہیں بلکہ جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود بھی سنت ادا کرنے کا ثبوت:

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود بھی سنت ادا کرنا متعدد حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثابت ہے:

حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو چکی تھی تو انہوں نے مسجد میں ایک جانب ہو کر فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھیے، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے یہ عمل کیا اور ان کے ساتھ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہم بھی تھے لیکن ان حضرات نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل پر نکیر نہیں فرمائی جو کہ ان کی موافقت کی دلیل ہے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

٢١٩٩- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ فَصَلَّى رَكْعَتِي الْفَجْرِ.

٢١٩٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ، حِينَ دَعَاهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ دَعَا أَبَا مُوسَى وَحُذَيْفَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الْغَدَاةَ، ثُمَّ خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَجَلَسَ عَبْدُ اللهِ إِلَى أُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ. فَهَذَا عَبْدُ اللهِ قَدْ فَعَلَ هَذَا وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مُوسَى، لَا يُنْكِرَانِ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى مُوَافَقَتِهِمَا إِيَّاهُ.

2۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں مسجد تشریف لائے کہ فجر کی نماز شروع ہو رہی تھی

تو انہوں نے مسجد میں ایک جانب ہو کر فجر کی سنتیں ادا کیں اور پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

6476- عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَبَا مُوسَى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَرَكَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ، وَأَمَّا أَبُو مُوسَى فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ.

6475: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَجِيءُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

امام ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے لیے ایسے وقت میں مسجد داخل ہوا جب امام نماز پڑھا رہے تھے، تو حضرت ابن عمر تو جماعت ہی میں شامل ہو گئے، جبکہ حضرت ابن عباس نے سنت نماز ادا کی پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔ جماعت ہو جانے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو انہوں نے وہ سنت ادا کی۔

- شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

۲۲۰۰- عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي، فَأَمَّا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ، وَأَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْإِمَامِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، فَهَذَا ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نکلے تو اس دوران فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی، جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے مسجد کے باہر ہی دو رکعت سنت ادا کیں اور جماعت میں شامل ہوگئے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

۲۲۰۲- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِنْ بَيْتِهِ فَأُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِي الطَّرِيقِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ. فَهَذَا وَإِنْ كَانَ لَمْ يُصَلِّهِمَا فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ صَلَّاهُمَا بَعْدَ عِلْمِهِ بِإِقَامَةِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد داخل ہوتے اور جماعت کھڑی ہوچکی ہوتی تو وہ مسجد کے کسی کونے میں سنت ادا فرماتے، پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہوجاتے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے کہ:

۲۲۰۵- عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ.

2۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں فجر میں مسجد جاؤں اور جماعت کھڑی ہوچکی ہو تو میں سنت ادا کروں گا، پھر اس کے بعد جماعت میں شامل ہوں گا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ:

6482: عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: إِنِّي لَأَجِيءُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَنْضَمُّ إِلَيْهِمْ.

حضرات تابعین کرام رحمہم اللہ سے ثبوت

''مصنف ابن ابی شیبہ''میں حضرات اکابر تابعین جیسے امام حسن بصری، امام سعید بن جبیر، امام مسروق اور امام ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے بھی فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سنت پڑھنا ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امام مسروق رحمہ اللہ سے ثبوت:

6472: عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْقَوْمُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، فَصَلَّاهُمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ثبوت:

6473: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنْ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ يَقُولُ: يُصَلِيهِمَا فِي نَاحِيَةٍ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ثبوت:

6474: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَوَّامٍ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَلِجَ الْمَسْجِدَ، عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے ثبوت:

6479: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَلَمْ تَرْكَعْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَارْكَعْهُمَا، وَإِنْ ظَنَنْتَ أَنَّ الرَّكْعَةَ الأُولَى تَفُوتُكَ.

6480: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ وَبَرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُهُ ، وَحَدَّثَنِي مَنْ رَآهُ فَعَلَهُ مَرَّتَيْنِ، جَاءَ مَرَّةً وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَصَلَّاهُمَا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ مَرَّةً أُخْرَى فَصَلَّى مَعَهُمْ، وَلَمْ يُصَلِّهِمَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

6481: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَرِهَ إِذَا جَاءَ وَالإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ أَنْ يُصَلِّيَهُمَا فِي الْمَسْجِدِ، وَقَالَ: يُصَلِّيهِمَا عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، أَوْ فِي نَاحِيَتِهِ.

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق سنت ادا کرنا درست ہے اور یہ کئی حضرات صحابہ اور اکابر تابعین سے ثابت ہے، اس لیے تمام احادیث اور دلائل کو سامنے رکھا جائے تو اصل مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

27 ربیع الثانی 1441ھ/25 دسمبر 2019

سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا حکم:

حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے سفر میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے اور ادا نہ کرنے سے متعلق دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں، جن کے پیشِ نظر حضرات اہلِ علم کے مابین اس مسئلہ میں ایک سے زائد آرا پائی جاتی ہیں۔

روایات اور حضرات اہلِ علم کے اختلاف کا حاصل یہ سامنے آتا ہے کہ حالتِ سفر میں مؤکدہ سنتیں معاف تو نہیں ہوتیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ مؤکدہ سنتیں مؤکدہ نہیں رہتیں یعنی عام حالات میں ان کے ادا کرنے کی جس قدر تاکید ہوا کرتی ہے اس قدر تاکید سفر میں باقی نہیں رہتی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ سفر میں اگر موقع بھی ہو اور فرصت بھی ہو تو سنتیں ادا کرنا افضل اور بہتر ہے، خصوصًا فجر کی سنتوں کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے کیوں کہ احادیث سے ان کی بڑی تاکید معلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے بعض حضرات اہلِ علم نے فجر کی سنتوں کو سفر اور حضر دونوں حالتوں میں مؤکدہ قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: اعلاء السنن: باب التطوع في السفر، 7/ 329-331)

تنبیہ:

مذکورہ مسئلہ میں سفر سے مراد شرعی سفر ہے جیسا کہ واضح ہے، اس لیے جب تک کوئی شخص شرعی طور پر مسافر ہے اُس کے لیے سفر کی حالت میں مؤکدہ سنتیں ادا کرنے کا یہی حکم ہے جو کہ بیان ہو چکا۔

روایات اور فقہی عبارات

- اعلاء السنن میں ہے:

قلت: والأظهر عندي ما نقله الترمذي عن أكثر، ولكن التأكد لا يبقى في السفر للراتبة مطلقا غير سنة الفجر كما يفيده اختلاف العلماء في فعلها وتركها، واختلاف الآثار عن النبي ﷺ، فتبقى الرواتب في السفر سنة غير مؤكدة، ولا تلحق بالتطوع المطلق كما زعم ابن

القيم، وسيأتي كلامنا معه، وأما ركعتا الفجر مؤكدة سفرا وحضرا، كما سيأتي.

- سنن الترمذی:

٥٥٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُسْرَةَ الغِفَارِيِّ، عَنْ البَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا، فَمَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ الرَّكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ». وَفِي البَابِ عَن ابْنِ عُمَرَ. حَدِيثُ البَرَاءِ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، إِلَّا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَلَمْ يَعْرِفْ اسْمَ أَبِي بُسْرَةَ الغِفَارِيِّ وَرَآهُ حَسَنًا.

وَرُوِيَ عَن ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا. وَرُوِيَ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

ثُمَّ اخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَرَأَى بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَتَطَوَّعَ الرَّجُلُ فِي السَّفَرِ، وَبِهِ يَقُولُ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَلَمْ تَرَ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ العِلْمِ أَنْ يُصَلَّى قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. وَمَعْنَى مَنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ قَبُولُ الرُّخْصَةِ، وَمَنْ تَطَوَّعَ فَلَهُ فِي ذَلِكَ فَضْلٌ كَثِيرٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ، يَخْتَارُونَ التَّطَوُّعَ فِي السَّفَرِ.

٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الحَجَّاجِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ عَن ابْنِ عُمَرَ:

٥٥٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ المُحَارِبِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَن ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ، عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا، وَالمَغْرِبَ فِي الحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءً، ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، لَا يُنْقِصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ، وَهِيَ وِتْرُ النَّهَارِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

- **مصنف ابن ابی شیبہ:**

مَنْ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ:

٣٨٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِيسَى بْنِ حَفْصٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَصَلَّيْنَا الْفَرِيضَةَ، فَرَأَى بَعْضَ وَلَدِهِ يَتَطَوَّعُ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: صَلَّيْت مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَا صَلَاةَ قَبْلَهَا، وَلَا بَعْدَهَا فِي السَّفَرِ، وَلَوْ تَطَوَّعْت لَأَتْمَمْت.

٣٨٤٨- عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: سَأَلْنَاهُ: أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: لَا، فَقُلْتُ: فَرَكْعَتَان قَبْلَ الْفَجْرِ؟ قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ تَيْنِكَ فِي سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ.

٣٨٤٩- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ لاَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

٣٨٥٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ مَوْلَى الأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا.

مَنْ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ:

٣٨٥١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي الْيَمَانِ قَالَ: رَأَيْتُ أَنَسًا يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٢- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الأَسْوَدِ: أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ، وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٣- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ: مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٥- عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ لَا يَرَى بِالتَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ بَأْسًا.

٣٨٥٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ: أَنَّ عَلِيًّا تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَانَتْ تَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٥٨- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُمَا لَمْ يَكُونَا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

يَرَيَانِ بَأْسًا بِالتَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا بَعْدَهَا.

٣٨٥٩- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَفْلَحَ قَالَ: رَأَيْتُ الْقَاسِمَ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٠- عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عِيسَى بْنِ أَبِي عَزَّةَ قَالَ: رَأَيْتُ الشَّعْبِيَّ يَتَطَوَّعُ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦١- عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ وَعُمَرَ كَانَا يَتَطَوَّعَانِ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٢- عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ يَتَطَوَّعُونَ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٣- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ: كَانَ أَبِي يُصَلِّي عَلَى إِثْرِ الْمَكْتُوبَةِ فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الرَّبِيعِ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَافَقْنَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَكَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْفَرِيضَةِ وَبَعْدَهَا، يَعْنِي فِي السَّفَرِ.

٣٨٦٥- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَحِبْت ابْنَ عُمَرَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي تَطَوُّعًا عَلَى دَابَّتِهِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهِ، فَإِذَا كَانَتِ الْفَرِيضَةُ نَزَلَ فَصَلَّى.

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَلَا قَصْرَ فِي السُّنَنِ كَذَا فِي «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ»، وَبَعْضُهُمْ جَوَّزُوا لِلْمُسَافِرِ تَرْكَ السُّنَنِ، وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ لَا يَأْتِي بها في حَالِ الْخَوْفِ، وَيَأْتِي بها في حَالِ الْقَرَارِ وَالْأَمْنِ، هَكَذَا فِي «الْوَجِيزِ» لِلْكَرْدَرِيِّ. (الْبَابُ الْخَامِسَ عَشَرَ فِي صَلَاةِ الْمُسَافِرِ)

- **الدر المختار:**

(وَيَأْتِي) الْمُسَافِرُ (بِالسُّنَنِ) إنْ كَانَ (فِي حَالَ أَمْنٍ وَقَرَارٍ وَإِلَّا) بِأَنْ كَانَ فِي خَوْفٍ وَفِرَارٍ (لَا يَأْتِي بِهَا هُوَ الْمُخْتَارُ)؛ لِأَنَّهُ تَرْكٌ لِعُذْرٍ، «تَجْنِيسٌ». قِيلَ: إلَّا سُنَّةَ الْفَجْرِ.

- **ردالمحتار:**

(قَوْلُهُ: وَيَأْتِي الْمُسَافِرُ بِالسُّنَنِ) أَيِ الرَّوَاتِبِ ...... (قَوْلُهُ: هُوَ الْمُخْتَارُ) وَقِيلَ: الْأَفْضَلُ التَّرْكُ؛ تَرْخِيصًا، وَقِيلَ: الْفِعْلُ؛ تَقَرُّبًا. وَقَالَ الْهِنْدُوَانِيُّ: الْفِعْلُ حَالَ النُّزُولِ، وَالتَّرْكُ حَالَ السَّيْرِ، وَقِيلَ: يُصَلِّي سُنَّةَ الْفَجْرِ خَاصَّةً، وَقِيلَ: سُنَّةَ الْمَغْرِبِ أَيْضًا، «بَحْرٌ». قَالَ فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ»: وَالْأَعْدَلُ مَا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

قَالَهُ الْهِنْدُوَانِيُّ. اهـ. قُلْت: وَالظَّاهِرُ أَنَّ مَا فِي الْمَتْنِ هُوَ هَذَا، وَأَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَمْنِ وَالْقَرَارِ النُّزُولُ وَبِالْخَوْفِ وَالْفِرَارِ السَّيْرُ، لَكِنْ قَدَّمْنَا فِي فَصْلِ الْقِرَاءَةِ أَنَّهُ عَبَّرَ عَنِ الْفِرَارِ بِالْعَجَلَةِ؛ لِأَنَّهَا فِي السَّفَرِ تَكُونُ غَالِبًا مِنَ الْخَوْفِ. تَأَمَّلْ. (باب صلاة المسافر)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

25 جُمادَی الثانیہ 1441ھ/20فروری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مرد اور عورت کے سجدے میں فرق کا ثبوت

احادیث مبارکہ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کی تصریحات کی روشنی میں

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عورت کے سجدے کا طریقہ:

عورت سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے جائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔ سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں (جیسا کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ ہے)، اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھے۔ اور خوب سمٹ کر اور دَب کر سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں سے مل جائے، کہنیاں زمین پر بچھا دے اور سینے (یعنی پہلو) سے بھی لگادے، دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر زمین پر بچھا دے، اور جتنا ہوسکے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔ سجدے کے دوران نگاہ ناک کی طرف رکھے۔

مرد کے سجدے کا طریقہ:

سجدے میں جاتے ہوئے سینہ آگے کو جھکاتے ہوئے نہ جائے، اسی طرح گھٹنے رکھنے سے پہلے کمر اور سینے کو بھی نہ جھکائے۔ زمین پر پہلے اپنے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے۔ سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر آجائیں جیسا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ ہے، اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھے۔ پیٹ رانوں سے جدا رکھے۔ کہنیاں زمین پر نہ بچھائے۔ اسی طرح کہنیوں کو سینے (یعنی پہلو) سے بھی الگ رکھے۔ دونوں پاؤں کو اس طرح سیدھا کھڑا رکھے کہ ایڑھیاں اوپر کی جانب ہوں۔ پاؤں کی انگلیوں کو اچھی طرح موڑ کر قبلہ رخ رکھے۔ سجدے کے دوران نگاہ ناک کی طرف رکھے۔

مرد اور عورت کی نماز میں اُصولی فرق:

شریعت نے عورت اور مرد کے مابین نماز کے معاملے میں واضح فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے متعدد مقامات میں عورت کی نماز مرد کی نماز سے مختلف ہے، مرد اور عورت کی نماز میں ایک اہم اور اصولی فرق یہ ہے کہ عورت چوں کہ نام ہی حیا اور پردے کا ہے اس لیے عورت کے لیے نماز میں وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو

عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو اور یہی طریقہ اللہ تعالی کو پسند ہے۔

جیسا کہ امام محدث بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَجِماعُ مَا يُفَارِقُ الْمَرْأَةَ فِيهِ الرَّجُلُ مِنْ أَحْكَامِ الصَّلَاةِ رَاجِعٌ إِلَى السَّتْرِ، وَهُوَ أَنَّهَا مَأْمُورَةٌ بِكُلِّ مَا كَانَ أَسْتَرَ لَهَا.

(السنن الكبرى للبيهقي: باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْأَةِ مِنْ تَرْكِ التَّجَافِي فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

ترجمہ: مرد اور عورت کی نماز میں باہمی فرق کے تمام تر مسائل کی بنیاد ستر اور پردہ ہے، چنانچہ عورت کو نماز میں اسی طریقے کا حکم دیا گیا ہے جو عورت کے لیے زیادہ ستر اور پردے کا باعث ہو۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق پر ائمہ اربعہ کا اتفاق:

مرد اور عورت کی نماز میں فرق ہونے سے متعلق ائمہ اربعہ کا اتفاق اور اجماع ہے، جس کی وجہ سے اس مسئلے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، اس لیے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں حتیٰ کہ وہ عورتوں کو مردوں کی طرح نماز پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں، تو ایسے لوگ کھلی غلطی کا شکار ہیں کیوں کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کا ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

عورت سراپا پردہ ہے:

- سنن الترمذی میں ہے:

١١٧٣: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَت اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔“ یعنی شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات پر اُبھارے کہ وہ اس عورت کو دیکھ کر بد نظری اور دیگر گناہوں میں مبتلا ہوں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عورت کے لیے نماز پڑھنے کی افضل جگہ:

- سنن ابی داود میں ہے:

٥٧٠: عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورت کے لیے صحن میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کمرے میں نماز پڑھے، اور کمرے میں بھی زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کسی کونے (اور پوشیدہ جگہ) میں نماز ادا کرے۔''

عورت کے لیے افضل جگہ:

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٥٥٩٩: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُونُ مِنْ رَبِّهَا إِذَا هِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورت تو پردے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔ اور عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے کسی کونے میں ہو۔''

ان احادیث سے عورت کے لیے ستر اور پردے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بھی عورت کے لیے ستر کا لحاظ رکھنا مناسب ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مرد اور عورت کے سجدے میں فرق کا ثبوت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ:

1: مراسیل ابی داود میں ہے:

۸۷: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَ: «إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ إِلَى الْأَرْضِ؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِي ذَلِكَ كَالرَّجُلِ».

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: ”جب تم سجدہ کرو تو جسم کا بعض حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ تم اس معاملے میں مردوں کی طرح نہیں ہو۔“

یہ حدیث بالکل ہی واضح ہے کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے، یہ حدیث معتبر ہے، دیکھیے اِعلاء السنن۔

2: الکامل لابن عدی میں ہے:

۳۹۹: عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها؛ فان الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي، أشهدكم أني قد غفرت لها».

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب عورت سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملالے جو اس کے لیے زیادہ ستر کا باعث ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتا ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا ہے۔“

یہ حدیث بھی بالکل ہی واضح ہے کہ مرد اور عورت کے سجدے میں فرق ہے۔ یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بھی معتبر ہے خصوصًا جب اس کے متعدد شواہد بھی ہیں جن کی وجہ

سے اس کو مزید تقویت مل جاتی ہے، اس لیے اس کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جہاں تک اس کے راوی ابو مطیع کا تعلق ہے تو وہ معتبر راوی ہے، دیکھیے اعلاء السنن۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۷۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِز وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب عورت سجدہ کرے تو سمٹ کر اور دب کر کرے اور رانوں کو (پیٹ اور سینے کے ساتھ) مِلالے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں جن کے قول کو بھی سنت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۷۹٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ: تَجْتَمِعُ وَتَحْتَفِزُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ: سمٹ کر، سکڑ کر اور دب کر نماز ادا کرے گی۔

جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۷۹۵: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا وَلْتَضَعْ بَطْنَهَا عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو رانوں کو ملا کر پیٹ کو ان پر رکھے گی۔

٢٧٩٨: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَان، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَلْزَقْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا، وَلا تَرْفَعْ عَجِيزَتَهَا، وَلا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت جب سجدہ کرے گی تو پیٹ کو رانوں سے ملائے گی اور مرد کی طرح سرین نہیں اٹھائے گی۔

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٧١: عبد الرزاق عن معمر والثوري عن منصور، عن إبراهيم قال: كانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعها وبطنها على فخذيها إذا سجدت، ولا تتجافى كما يتجافى الرجل لكي لا ترفع عجيزتها.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے بازو اور پیٹ رانوں پر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تا کہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

- سنن کبری بیہقی میں ہے:

٣٠٧: قَالَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ تُؤْمَرُ إِذَا سَجَدَتْ أَنْ تَلْزَقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَيْ لَا تَرْتَفِع عَجِيزَتُهَا، وَلَا تُجَافِي كَمَا يُجَافِي الرَّجُلُ.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورت کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے گی، اور اعضا کو کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تا کہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

جلیل القدر تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٦- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ بَطْنَهُ عَلَى فَخِذَيْهِ إِذَا سَجَدَ كَمَا تَصْنَعُ الْمَرْأَةُ.

ترجمہ: امام مجاہد رحمہ اللہ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد عورت کی طرح سجدے میں پیٹ کو رانوں پر رکھے۔

جلیل القدر تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٧٩٧: حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: الْمَرْأَةُ تَضْطَمُّ فِي السُّجُودِ.

ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: عورت سجدے میں سمٹ کر اور دب کر رہے گی۔

جلیل القدر تابعی امام عطار رحمہ اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٦٩: عبد الرزاق عن ابن جريج، عن عطاء قال: تجتمع المراة إذا ركعت ترفع يديها إلى بطنها وتجتمع ما استطاعت، فإذا سجدت فلتضم يديها إليها وتضم بطنها وصدرها إلى فخذيها وتجتمع ما استطاعت.

ترجمہ: امام عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ہاتھوں کو اپنے ساتھ مِلالے گی، پیٹ اور سینے کو رانوں کے ساتھ ملالے گی اور ممکنہ حد تک اپنے آپ کو سمیٹے گی۔

جلیل القدر تابعین امام حسن بصری اور امام قتادہ رحمہما اللہ سے ثبوت:

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٠٦٨: عبد الرزاق عن معمر، عن الحسن وقتادة قالا: إذا سجدت المرأة فإنها تنضم ما استطاعت ولا تتجافى لكي لا ترفع عجيزتها.

ترجمہ: امام حسن بصری اور امام قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ: جب عورت سجدہ کرے گی تو ممکنہ حد تک اپنے اعضا کو (باہم اور زمین کے ساتھ) ملا کر رکھے گی، اور انھیں کھلا اور جدا نہیں رکھے گی تاکہ سرین اوپر کو نہ اُٹھ جائے۔

ان حضرات صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی سجدے کا یہ فرق بیان فرمایا ہے کیوں کہ یہ باتیں قیاس واجتہاد سے بیان نہیں کی جاسکتیں، اسی طرح حضرات تابعین کرام نے بھی حضرات صحابہ کرام سے سن کر ہی امت تک یہ فرق پہنچایا ہے، اس لیے یہی حق ہے اور حق اسی قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

ایک حدیث سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ:

ماقبل کے دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مرد اور عورت کے سجدے میں واضح فرق ہے۔ بعض حضرات مرد اور عورت کے سجدے میں فرق نہ ہونے پر سنن ابی داود وغیرہ سے یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ:

٨٩٧: عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بازوؤں کو سجدے میں کتے کی طرح نہ پھیلائے۔
ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حدیث عورتوں کے لیے بھی ہے، اس لیے اس حدیث کے جملے "وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ" میں عورتیں بھی داخل ہیں، اس لیے ان کو بھی مردوں کی طرح بازو زمین پر نہیں پھیلانے چاہییے بلکہ سجدہ مردوں ہی کی طرح کرنا چاہیے۔

جواب:

یہ حدیث اپنی ذات میں بالکل صحیح ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث صرف مرد حضرات کے بارے میں ہے نہ کہ خواتین کے بارے میں، جس کی چند وجوہات درجہ ذیل ہیں:

1۔ صحیح مسلم میں اسی مضمون کی حدیث موجود ہے جس میں واضح طور پر "يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ" کا لفظ آیا ہے اور "رجُل" عربی میں مرد ہی کو کہتے ہیں کہ مرد اپنے بازو سجدے میں نہ بچھائے۔ اس حدیث سے سنن ابی داود والی حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں۔

- صحیح مسلم میں ہے:

۱۱۳۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ -يَعْنِي الأَحْمَرَ- عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، ح: قَالَ: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ -وَاللَّفْظُ لَهُ- قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةَ بِـ«الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ»، وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ.

2: سنن ابی داود کے مضمون والی حدیث کے بارے میں امت کے عظیم محدث علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ”فیض القدیر“ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صرف مردوں کے لیے ہے، اور جہاں تک عورتوں کا حکم ہے تو وہ دب کر اور سمٹ کر سجدہ کرے گی کیونکہ یہی ان کے لیے ستر کا باعث ہے۔

- فيض القدير:

(إذا سجد أحدكم فليعتدل) أي فليتوسط بين الافتراش والقبض في السجود بوضع كفيه على الأرض ورفع ذراعيه وجنبيه عنها؛ لأنه أمكن وأشد اعتناء بالصلاة، وفيه أنه يندب أن يجافي بطنه ومرفقيه عن فخذيه وجنبيه، لكن الخطاب للرجال كما دل عليه تعبيره بـ«أحدكم»، أما المرأة فتضم بعضها لبعض؛ لأن المطلوب لها الستر.

3: حدیث میں مذکور ”وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ“ میں ”أَحَدُكُمْ“ کا لفظ بذاتِ خود مردوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ”تم میں سے کوئی شخص“ کیوں کہ خطاب ہی مردوں کو ہو رہا ہے جیسا کہ فیض القدیر کی عبارت میں مذکور ہے۔

4: ماقبل میں مذکور متعدد دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت سمٹ کر، دب کر سجدہ کرے گی اور پیٹ اور

سینے کو رانوں سے ملائے گی، تو اگر سنن ابی داود کی حدیث میں مذکور ’’وَلَا یَفْتَرِشْ أَحَدُکُمْ‘‘ کا حکم عورتوں کے لیے بھی تسلیم کرلیں تو ان تمام دلائل کے مابین تعارض اور ٹکراؤ پیدا ہو گا جو کہ درست نہیں، اس لیے اس حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا دین کی خدمت نہیں ہو سکتی جو دیگر احادیث کے خلاف ہو۔

5: سنن ابی داود کی حدیث شریف میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ یہ حدیث خواتین کے لیے بھی ہے، اس لیے جس حدیث میں عورتوں کے سجدے کی وضاحت نہ ہو اس سے اس معاملے میں استدلال کیسے درست ہے؟؟ جبکہ اس کے برعکس متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ یہ سجدے کا حکم بھی ان احکام میں سے ہے جن میں مردوں اور عورتوں کا باہمی فرق ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مرد اور عورت کی نماز میں فرق کا ثبوت از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم، خواتین کا طریقہ نماز از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

24 صفر 1441ھ/24 اکتوبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت دینے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت دینے کا حکم:

سنت یہ ہے کہ نماز کے قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ کرے کہ "لَا إِلٰہَ" پر شہادت کی انگلی کو اوپر اٹھا کر قبلہ کی طرف اشارہ کرے، اور "إِلَّا اللہُ" کہتے وقت اس کو جھکا دے، پھر اس کے بعد انگلی کو مزید حرکت دینے سے اجتناب کیا جائے، مطلب یہ کہ احناف تشہد کے مذکورہ اشارے کے بعد بار بار انگلی کو حرکت دینے کے قائل نہیں، بلکہ بعض حضرات نے اس کو مکروہ بھی لکھا ہے۔ (دیکھیے: اعلاء السنن)

احناف کا یہ مذہب صحیح حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ کا یہی معمول نقل فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔

- سنن النسائی میں ہے:

١٢٦٩- أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَزَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا.

یہ حدیث سنن ابی داود سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

فائدہ:

1۔ مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح اور معتبر ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اس لیے یہ قابلِ استدلال ہے۔

- دیکھیے فیض القدیر:

٧٠٥٦- (كان يشير في الصلاة) أي يومئ باليد أو الرأس يعني يأمر وينهى ويرد السلام وذلك فعل قليل لا يضر ذكره ابن الأثير، أو المراد يشير بأصبعه فيها عند الدعاء كما صرحت به

رواية أبي داود من حديث ابن الزبير ولفظه: كان يشير بأصبعه إذا دعا ولا يحركها ولا يجاوز بصره إشارته. قال النووي: سنده صحيح. قال المظهري: اختلف في تحريك الأصبع إذا رفعها للإشارة، والأصح أنه يضعها بغير تحريك. (باب كان)

- مرقاۃ المفاتیح بھی دیکھیے:

٩١٢- (وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا») ، أَيْ: إِذَا دَعَا اللهَ بِالتَّوْحِيدِ (وَلَا يُحَرِّكُهَا): قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ: يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يُحَرِّكُ الْأُصْبُعَ إِذَا رَفَعَهَا لِلْإِشَارَةِ، وَعَلَيْهِ أَبُو حَنِيفَةَ، (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ): قَالَ النَّوَوِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ، نَقَلَهُ مِيرَكُ، وَهُوَ يُفِيدُ التَّرْجِيحَ عِنْدَ التَّعَارُضِ عَلَى الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ فَإِنَّهُ مَسْكُوتٌ عَنْه. (بَابُ التَّشَهُّدِ)

2۔ ماقبل میں ذکر کی گئی ''مرقاۃ'' کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ حدیث میں دعا سے مراد تشہد ہے۔

3۔ مذکورہ حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا معمول بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول یہ تھا کہ وہ تشہد میں اشارہ کرنے کے بعد سلام تک انگلی کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے، اور یہ بات بھی اس عمل کی ترجیح کے لیے کافی ہے۔ (دیکھیے: اعلاء السنن)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

24 شوال المکرم 1442ھ/ 5 جون 2021

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ وتر کی رکعات

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

رکعاتِ وتر کی تعداد:

احناف کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ وتر کی رکعات تین ہیں، یہ تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ اکھٹی ادا کرنی ہیں اور یہ سلام تیسری رکعت کے بعد ہی پھیرا جائے گا۔ احناف کا یہ مذہب متعدد دلائل سے ثابت ہے:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

1۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ وتر کی دوسری رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے (بلکہ تیسری رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے تھے)۔

- «سنن النسائي» میں ہے کہ:

١٦٩٧- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ: أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «موطأ الإمام محمد» میں ہے کہ:

٢٦٦- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَبِي أَوْفَى عَنْ سَعدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ: أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «سنن الدارقطني» میں ہے کہ:

١٦٨٤- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «شرح معاني الآثار» میں ہے کہ:

١٦٧٠- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

- «مصنف ابن أبي شيبة» میں ہے کہ:

٦٩١٢- عَنْ سَعدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ.

2۔ حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تین رکعت وتر کے درمیان میں سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ وتر کی آخری رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے تھے۔

- «سنن النسائي» میں ہے کہ:

١٧٠٠- عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ بِـ«سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى»، وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِـ«قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ»، وَفِي الثَّالِثَةِ بِـ«قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ»، وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ، وَيَقُولُ يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيمِ: «سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» ثَلَاثًا.

- «السنن الكبرىٰ للإمام البيهقي» میں ہے کہ:

٥٠٥٩- عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، لا يُسَلِّمُ فِيهِنَّ حَتَّى يَنْصَرِفَ: الأُولَى بِـ«سبح اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى»، وَالثَّانِيَةُ بِـ«قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ»، وَالثَّالِثَةُ بِـ«قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ»، وَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «سُبْحَانَ اللهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ» مَرَّتَيْنِ وَرَفَعَ صَوْتَهُ فِى الثَّالِثَةِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ سے ثبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ تین رکعات وتر کے آخر ہی میں سلام پھیرتے تھے۔اس کے بعد «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وتر ہے اور انہی سے مدینہ والوں نے یہ وتر سیکھی ہے۔

- «المستدرك للحاكم» میں ہے کہ:

١١٤٠- عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. وَهَذَا وِتْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَعَنْهُ أَخَذَهُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

حضرت ابو العالیہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرات صحابہ نے یہ سکھایا ہے کہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قرات کرتے ہیں۔ [یعنی سورتِ فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتے ہیں، یا جہراً قرأت مراد ہے۔]

- «شرح معاني الآثار» میں ہے کہ:

١٧٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ: عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهَذَا وِتْرُ اللَّيْلِ، وَهَذَا وِتْرُ النَّهَارِ.

حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تیسری رکعت کے آخر میں ہی سلام پھیرا کرتے تھے۔

- «مصنف عبد الرزاق» میں ہے کہ:

٤٦٥٩- عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي الثَّالِثَةِ مِثْلَ الْمَغْرِبِ.

وضاحت: ذیل میں ذکر ہونے والے دلائل "مصنَّف ابن ابی شیبہ" سے لیے گئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

امام عبد الرحمن بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین رکعات ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

٦٨٨٩: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَش، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ

قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: الْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعات وتر پڑھی اور آخر ہی میں سلام پھیرا۔

٦٩١٠: عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّهُ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مکحول تابعی رحمہ اللہ تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے اور آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا کرتے تھے۔

٦٩٠٦: عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ، عَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، لا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سعید بن مسیب تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کی دوسری رکعت میں سلام نہیں پھیرا جائے گا۔

٦٩٠٧: عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: لا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ.

امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ نے مجھے وتر کی دوسری رکعت میں سلام پھیرنے سے منع فرمایا ہے۔

٦٩٠٨: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: نَهَانِي إِبْرَاهِيمُ أَنْ أُسَلِّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ.

امام ابو العالیہ تابعی اور امام خلاس تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

امام ابو العالیہ تابعی اور امام خلاس تابعی فرماتے ہیں کہ وتر اسی طرح پڑھو جس طرح تم مغرب پڑھتے ہو۔

٦٩٠٩: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةَ وَخِلَاسًا عَنِ الْوِتْرِ، فَقَالَا: اصْنَعْ فِيهِ كَمَا تَصْنَعُ فِي الْمَغْرِبِ.

ایک ہی سلام کے ساتھ تین رکعات وتر مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ:

حضرت امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نمازِ وتر تین رکعات ہیں اور سلام ان کے آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

- «مصنف ابن أبي شيبة» میں ہے کہ:

٦٩٠٤: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے مختلف مذاہب ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ذکر فرمایا کہ متعدد ائمہ کرام کے نزدیک وتر کی تین رکعات کے آخر ہی میں سلام پھیرا جائے گا، اور یہی مذہب حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔ یہ مذہب بیان کرنے کے بعد اس مذہب کے متعدد دلائل بیان فرمائے، ملاحظہ فرمائیں:

- «الأوسط للإمام ابن منذر» میں ہے کہ:

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يُوتِرُ بِثَلَاثٍ، وَمِمَّنْ رُوِيَ عَنْهُ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَبُو أُمَامَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ:

٢٦٤٧- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: صَلَّى بِنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ذَاتَ يَوْمٍ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ تَجَوَّزَ بَعْدَهَا بِرَكَعَاتٍ، ثُمَّ قَالَ ثَابِتٌ: أَلَا يُوتِرُ؟ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ إِنَّمَا يُرِيدُ أَنْ يُرِيَنِي وِتْرَهُ، قَالَ: «فَأَوْتَرَ بِثَلَاثٍ كَأَنَّهُنَّ الْمَغْرِبُ».

٢٦٤٨- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

٢٦٤٩- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ لَيْثٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قَالَ لِي

ابْنُ عَفَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: الْوِتْرُ بِثَلَاثٍ كَوِتْرِ النَّهَارِ الْمَغْرِبِ.

٢٦٥٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ لَمَّا دَفَنَ أَبَا بَكْرٍ وَفَرَغَ مِنْهُ وَقَدْ كَانَ صَلَّى صَلَاةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ أَوْتَرَ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، وَأَوْتَرَ مَعَهُ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

٢٦٥١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَارِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هَارُونَ الْغَنَوِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حِطَّانَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: الْوِتْرُ ثَلَاثَةٌ.

٢٦٥٢- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ: أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ يَعْنِي يُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

٢٦٥٣- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ قَالَ: كَانَ أَبُو أُمَامَةَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، وَبِهِ قَالَ أَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَقَالَ سُفْيَانُ: أَعْجَبُ إِلَيَّ ثَلَاثٌ.

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب حضور اقدس ﷺ سے بھی ثابت ہے، حضرات صحابہ کرام سے بھی اور جلیل القدر تابعین سے بھی الحمد للہ۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

15 جُمادی الاُولیٰ 1441ھ/ 11 جنوری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جُمعہ

کی سنّت نماز اور اس کی رکعات کی تعداد

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جمعہ کی سنتوں سے متعلق احناف کا مذہب اور اس کی تفصیل:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنتِ مؤکدہ ہیں، اور جمعہ کی فرض نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں، جبکہ امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات سنت مؤکدہ ہیں، کیوں کہ بعض روایات میں چھ رکعات کا بھی ذکر آیا ہے۔ اسی اختلاف کے پیشِ نظر متعدد حضرات فقہائے کرام نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، جبکہ متعدد حضرات فقہائے کرام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے، اسی تناظر میں بعض حضرات اکابر نے ان دو رکعات کو سنتِ غیر مؤکدہ بھی قرار دیا ہے۔ گویا کہ افضل یہی ہے کہ چھ رکعات ادا کی جائیں کہ اس میں احتیاط بھی ہے۔

جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا کرنے کی صورت میں یہ بھی درست ہے کہ پہلے چار رکعات ادا کی جائیں پھر دو، جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے دو رکعات ادا کی جائیں پھر چار رکعات، بعض حضرات اکابر نے اس کو بہتر قرار دیا ہے کیوں کہ روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: درس ترمذی جلد دوم)

- العرف الشذی شرح سنن الترمذی میں ہے:

السنن قبل الجمعة أربعة عندنا، وعند الشافعي: ركعتان. وأما بعد الجمعة فركعتان عند الشافعي، وأربع عند أبي حنيفة، وست ركعات عند صاحبيه، وفي الست طريقان، والمختار عندي: أن يأتي بالركعتين قبل الأربع؛ لعمل ابن عمر في «سنن أبي داود».

(باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة وبعدها)

جمعہ کی فرض نماز سے قبل اور اس کے بعد سنت نماز احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، یہی جمہور ائمہ کرام کا مذہب ہے، اس سے متعلق تفصیل اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو سکے۔

نمازِ جمعہ کی سنّت نماز اور اس کی رکعات کا ثبوت

1۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جو شخص غسل کرکے حسبِ استطاعت پاکی حاصل کرلے، پھر تیل یا خوشبو لگا کر جمعہ کے لیے آئے، پھر حسبِ توفیق نماز ادا کرے پھر جب امام خطبہ کے لیے آئے تو خاموش ہو جائے؛ تو اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک اس کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں‘‘:

٩١٠: عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ وَدِيعَةَ: حَدَّثَنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ: غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى». (بَاب لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ)

2۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’جو شخص غسل کرکے جمعہ کے لیے آئے، پھر جتنی نماز مقدر میں ہو وہ ادا کرے پھر خطبہ ختم ہونے تک خاموش رہے پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو اس کے اگلے جمعہ تک اور مزید تین دن کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں‘‘:

٢٠٢٤: عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ».

ان دو احادیث مبارکہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ادا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، البتہ ان میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں۔

3۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ زوال کے بعد چار رکعات نماز ایک ہی سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

٤٧٨- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَقَالَ: «إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ

صَالِحٌ». وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي أَيُّوبَ. حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: «أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الزَّوَالِ، لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ».

اس حدیث سے زوال کے بعد چار رکعات ادا کرنے سے متعلق حضور اقدس ﷺ کی عادتِ مبارکہ ثابت ہو رہی ہے اور اس میں چوں کہ جمعہ کا استثنا نہیں ہے بلکہ یہ تمام ایام کو شامل ہے اس لیے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن فرض نماز سے پہلے بھی چار رکعات سنت ہیں۔

4۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

١١٢٩- عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَرْطَاةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، لَا يَفْصِلُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ. (بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ قَبْلَ الْجُمُعَةِ)

5۔ المعجم الاوسط میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

١٦١٧- عن عاصم بن ضمرة عن علي قال: كان رسول الله ﷺ يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا يجعل التسليم في آخرهن ركعة.

"اِعلاءُ السنن" میں امام العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کی تحقیق فرما کر اس کی سند کو حَسن قرار دیا ہے۔

6۔ "المعجم الاوسط" میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ادا فرماتے:

٣٩٥٩- عن أبي عبيدة عن عبد الله، عن النبي ﷺ: أنه كان يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا.

7۔ "المعجم الکبیر" میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

١٢٦٧٤- عن الحجاج بن أرطاة عن عطية العوفي، عن ابن عباس قال: كان رسول الله ﷺ يركع قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا لا يفصل بينهن.

احادیثِ مذکورہ کی اِسنادی حیثیت:

حضور اقدس ﷺ سے جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات کے ثبوت پر مشتمل ان احادیث مبارکہ پر بعض محدثین کرام نے کلام کیا ہے جبکہ بعض کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّل تو یہ احادیث تمام تر ضعیف نہیں ہیں بلکہ ان میں حَسن درجے کی احادیث بھی ہیں، دوم یہ کہ یہ احادیث مجموعی طور پر باہمی تقویت کا باعث بن جاتی ہیں جس کی وجہ سے ضعیف احادیث بھی حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں، خصوصًا جبکہ ان احادیث میں بعض حسن درجے کی بھی ہیں جن سے مزید تقویت مل جاتی ہے، سوم یہ کہ جن احادیث میں جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ان سے بھی تائید مل جاتی ہے، چہارم یہ کہ جلیل القدر صحابہ کرام کی قولی اور فعلی احادیث سے بھی ان مرفوع احادیث کی بخوبی تائید ہو جاتی ہے، پنجم یہ کہ ان جلیل القدر صحابہ کرام نے جمعہ سے پہلے کی چار رکعات اپنی جانب سے بیان نہیں کی کیوں کہ رکعات کی تعداد اپنی طرف سے بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اس میں اجتہاد کا عمل دخل ہوتا ہے، بلکہ حضور ﷺ سے سن کر یا انھیں دیکھ کر ہی رکعات کی تعداد بیان کی جاسکتی ہے۔ اس لیے ان مذکورہ بالا مرفوع احادیث کو اس تناظر میں قبول کرنے اور ان کو ذکر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ ان کی تفصیل آگے مذکور ہے۔ ان احادیث کی اسناد کی تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اِعلاء السنن از امام العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ۔

8۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جو شخص جمعہ کی فرض نماز کے بعد نماز ادا کرے تو چار رکعات ادا کرے“:

٥٢٣- عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا». هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

9۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جب تم جمعہ کی فرض نماز کے بعد نماز ادا کرو تو چار رکعات ادا کرو“:

١١٣٢- عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَصَلُّوهَا أَرْبَعًا».

- یہ حدیث سنن ابی داود میں بھی ہے:

١١٣٣- عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ -قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: قَالَ-: «مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا». وَتَمَّ حَدِيثُهُ، وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ: «إِذَا صَلَّيْتُمُ الْجُمُعَةَ فَصَلُّوا بَعْدَهَا أَرْبَعًا». قَالَ: فَقَالَ لِي أَبِي: يَا بُنَيَّ فَإِنْ صَلَّيْتَ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَيْتَ الْمَنْزِلَ أَوِ الْبَيْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ».

- یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے:

٥٤١٦- حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا».

ان احادیث سے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات سنت کا صراحت سے ثبوت ملتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٠٥- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا أَرْبَعًا.

ترجمہ: جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات ادا فرماتے۔

اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بلکہ معمول ثابت ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت ادا فرماتے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت صفیّہ رضی اللہ عنہا سے ثبوت:

حضرت صافیہ تابعیہ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ انھوں نے جمعہ کے دن امام کے آنے سے پہلے چار رکعات ادا فرمائیں اور پھر امام کے ساتھ دو رکعات ادا فرمائی۔

- طبقات ابن سعد میں ہے:

١١٩١٩- أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ صَافِيَةَ سَمِعَهَا وَهِيَ تَقُولُ: رَأَيْتُ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ صَلَّتْ أَرْبَعًا قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ وَصَلَّتِ الْجُمُعَةَ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ.

اس روایت میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز سے پہلے طویل نماز ادا فرماتے اور جمعہ کے بعد دو رکعات ادا فرماتے اور یہ فرماتے کہ حضور اقدس ﷺ بھی اسی طرح عمل فرمایا کرتے۔

- سنن ابی داود میں ہے:

١١٣٠- عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ، وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٢٤٧٦: عن نافع قال: كان ابن عمر يطيل الصلاة قبل الجمعة، ويصلي بعدها ركعتين في بيته، ويحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل ذلك.

- صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

١٨٣٦- عن أيوب قال: قلت لنافع: أكان ابن عمر يصلي قبل الجمعة؟ فقال: قد كان يطيل الصلاة قبلها ويصلي بعدها ركعتين في بيته ويحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل ذلك.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٠٣- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُهَجِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَيُطِيلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ الْإِمَامُ.

ان احادیث میں اگرچہ رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں البتہ ان سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت بلکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول ثابت ہوتا ہے اور وہ یہ فرماتے کہ حضور ﷺ بھی اسی طرح عمل فرمایا کرتے۔ رکعات کی تعداد کا ذکر آئندہ کی سطور میں موجود ہے، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے نماز ثابت نہیں۔ اس نماز سے سنت نماز مراد لینا زیادہ مناسب ہے، جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے، پھر جمعہ کے بعد دو رکعات ادا فرماتے پھر چار رکعات۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

١٨١٦: عن جبلة بن سحيم عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أنه كان يصلى قبل الجمعة أربعا، لا يفصل بينهن بسلام، ثم بعد الجمعة ركعتين ثم أربعا.

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز کے بعد دو رکعات ادا فرماتے پھر چار رکعات۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَابْنُ عُمَرَ هُوَ الَّذِي رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَابْنُ عُمَرَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّى بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ أَرْبَعًا.

4۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلَّى بَعْدَهَا سِتَّ رَكَعَاتٍ: رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَرْبَعًا.

ان روایات میں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات سنت اور جمعہ کے بعد چھ رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

امام ابو عبد الرحمن سلمی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم فرماتے کہ ہم جمعہ کی فرض نماز سے قبل چار رکعات اور جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعات ادا کریں، پھر چار رکعات۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٠- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ، فَكَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيٌّ أَمَرَنَا أَنْ نُصَلِّيَ سِتًّا، فَأَخَذْنَا بِقَوْلِ عَلِيٍّ، وَتَرَكْنَا قَوْلَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا.

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٥٥٢٥- عبد الرزاق عن الثوري، عن عطاء بن السائب، عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كان عبد الله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا، حتى جاءنا علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين ثم أربعا.

- المعجم الکبیر میں ہے:

٩٥٥١- حدثنا إسحاق بن إبراهيم عن عبد الرزاق، عن الثوري، عن عطاء بن السائب، عن أبي عبد الرحمن السلمي قال: كان ابن مسعود يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا، حتى جاء علي فأمرنا أن نصلي بعدها ركعتين ثم أربعا.

ان تین احادیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت کا حکم دینا ثابت ہوتا ہے اور جمعہ کی نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ سے جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔ان دو جلیل القدر حضرات صحابہ کا لوگوں کو اس کا حکم دیناان سنتوں کے مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَرُوِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الجُمُعَةِ أَرْبَعًا، وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا.

اس روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔اس روایت کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری اور امام عبد اللہ بن مبارک کا بھی وہی مذہب ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے:

وَذَهَبَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ إِلَى قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ.

2۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ ادا فرماتے۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

۱۸۱۹- حدثنا أبو بشر الرقی قال: حدثنا أبو معاوية الضرير عن محل الضبي، عن إبراهيم: أن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يصلي قبل الجمعة أربعا وبعدها أربعا لا يفصل بينهن بتسليم.

3۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے۔

4۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

5۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٠٢- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١١- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ صَلَّى سِتًّا: رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا.

٥٤١٧- حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: كَانَ عَبْدِ اللهِ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١٨- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

٥٤١٩- حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

ان روایات میں جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی فرض نماز سے قبل بھی چار رکعات سنت اور جمعہ کی فرض نماز کے بعد بھی چار رکعات سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد پہلے دو رکعات ادا کریں پھر چار رکعات۔

- سنن الترمذی میں ہے:

وَرُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ: أَمَرَ أَنْ يُصَلَّى بَعْدَ الجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَرْبَعًا.

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ: كَانَ يُصَلِّي

بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتَّ رَكَعَاتٍ.

حضرت امام مسروق تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت امام مسروق تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چھ رکعات ادا فرماتے: پہلے دو رکعات، پھر چار۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤١٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ سِتًّا: رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا.

حضرت امام علقمہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت علقمہ تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٢٠- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ.

حضرت امام اسود تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت اسود تابعی رحمہ اللہ جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعات ادا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٥٤٢١- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ قَالَ: رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ صَلَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جمعہ کی سنتوں سے متعلق چند اہم امور کی وضاحت:

1: مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات سنت ہیں، البتہ بعض احادیث میں جمعہ سے قبل دو رکعات ادا کرنے کا بھی ذکر ہے تو اس سے یا تو چار رکعات سنت کے علاوہ کوئی نفل نماز مراد ہے، یا وہ کسی عذر کی صورت میں ہے، اس لیے وہ احادیث چار رکعات والی احادیث کے خلاف نہیں اور یہی تطبیقی صورت ہے۔

2: جمعہ کی فرض نماز کے بعد احادیث سے چار بھی ثابت ہیں اور بعض جلیل القدر صحابہ کرام سے چھ بھی ثابت ہیں، اس لیے اگر کوئی شخص چھ رکعات سنت ادا کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ فضیلت کی بات ہے جس کی تفصیل شروع میں بیان ہو چکی۔

3: اصولی بات یہ ہے کہ جب رکعات کی تعداد احادیث میں مختلف وارد ہو تو ایسی صورت میں ان احادیث کے مابین ٹکراؤ کی صورت پیدا کرنا مناسب نہیں اور نہ ہی یہ احادیث کا تقاضا ہے، بلکہ دلائل کے پیشِ نظر بعض کو اصل قرار دیا جائے گا جبکہ دیگر میں تاویل کی جائے گی تاکہ ٹکراؤ کے بجائے تطبیق پیدا ہو۔

4: بعض حضرات نے احادیث میں مذکور جمعہ سے قبل کی نماز سے نفل نماز مراد لی ہے، تو ان کی یہ بات درست نہیں کیوں کہ اوّل تو اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے نفل نماز مراد ہے۔ دوم یہ کہ مذکورہ بالا دلائل سے ان سنتوں کی تاکید اور فضیلت معلوم ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ صورتحال نفل میں نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تو محض ترغیب دی جاتی ہے۔ سوم یہ کہ امت کے جلیل القدر ائمہ مجتہدین نے بھی اس سے سنت نماز مراد لی ہے جو کہ ہم سے علم و فضل اور ہر اعتبار سے عالی تھے۔ چہارم یہ کہ یہی نفل والی بات پھر دیگر احادیث کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ جہاں سنت نمازوں کا ذکر ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ بات بلا دلیل ہے کہ ان احادیث میں نماز سے مراد سنت نہیں بلکہ نفل ہے۔

5: بعض احادیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر تشریف لے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

گئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ سے قبل سنت نماز نہیں ہے، حالاں کہ اس سے یہ ہر گز معلوم نہیں ہوتا کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ سے قبل سنت نماز ادا نہیں فرماتے تھے کیوں کہ یہ عینِ ممکن ہے کہ سنت نماز گھر میں ادا فرمائی ہو حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ سنت اور نفل نماز گھر میں ادا فرماتے اور اس کی ترغیب بھی دیتے۔اور یہ معنی مراد لینے کی وجہ یہ ہے کہ ماقبل میں مذکور دلائل سے جمعہ سے قبل سنت نماز کا ثبوت ملتا ہے، اگر ہم اس حدیث سے سنت کی نفی مراد لیں گے تو احادیث میں باہمی ٹکراؤ پیدا ہو گا جو کہ ایک بے بنیاد بات ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

26ربیع الاوّل 1441ھ/24نومبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد دوسرا اُس کو غسل دے سکتا ہے؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کے بعد دوسرا اُس کو غسل دے سکتا ہے؟

احناف کے نزدیک اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے، جبکہ بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ ہی اس کو چھو سکتا ہے، البتہ دیکھ سکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی عدّت میں ہوتی ہے، اور عدّت میں کسی اور کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا، کیوں کہ بعض وجوہات کی رو سے فوت شدہ شوہر کے ساتھ نکاح باقی رہتا ہے، جبکہ بیوی کے انتقال کی صورت میں دنیوی اعتبار سے بیوی شوہر کے لیے اجنبی ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کے ذمّے عدت نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ بیوی کے انتقال کے بعد کسی بھی وقت نکاح کر سکتا ہے۔

اس تحریر سے احناف کے مذہب سے متعلق غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ احناف کا مذہب بھی دلائل ہی پر مبنی ہے۔ البتہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

زیرِ بحث مسئلے کے دیگر پہلو:

عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب "احکامِ میت" میں ہے:

"1۔ اگر کوئی مرد مر گیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں تو بیوی کے علاوہ کسی عورت کو اس کو غسل دینا جائز نہیں اگرچہ محرم ہی ہو، اگر بیوی بھی نہ ہو تو عورتیں اسے تیمم کرا دیں، غسل نہ دیں، لیکن تیمم کرانے والی عورتیں اگر میت کے لیے غیر محرم ہوں تو اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں، بلکہ اپنے ہاتھ میں دستانے پہن کر تیمم کرائیں۔ بہشتی زیور

2۔ کسی کا خاوند مر گیا تو بیوی کو اس کا چہرہ دیکھنا، نہلانا اور کفنانا درست ہے، اور اگر بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا، اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے، اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اُٹھانا بھی جائز ہے۔ بہشتی زیور، مسافرِ آخرت"

"میت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا" (508/1) میں ہے:

"اگر کوئی عورت ایسی جگہ وفات پا جائے جہاں پر کوئی اور دوسری عورت نہیں ہے جو غسل دے سکے اور اس کا محرم (جس سے نکاح حرام ہے) کوئی مرد موجود ہو تو وہ میت کا کہنیوں تک تیمم کرائے۔ اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم اجنبی مرد اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اسی طرح تیمم کرادے، لیکن میت کی کہنیوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں بند رکھے، شوہر کے لیے بھی اجنبی کی مانند حکم ہے، لیکن کہنیوں کے دیکھنے سے آنکھوں کے بند کرنے کا وہ مکلّف نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ اس حکم میں جوان اور عمر رسیدہ دونوں شامل ہیں۔"

ان مسائل سے متعدد غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَيَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُغَسِّلَ زَوْجَهَا إذَا لم يَحْدُثْ بَعْدَ مَوْتِهِ ما يُوجِبُ الْبَيْنُونَةَ من تَقْبِيلِ ابْنِ زَوْجِهَا أو أبيه، وَإِنْ حَدَثَ ذلك بَعْدَ مَوْتِهِ لم يَجُزْ لها غُسْلُهُ، وَأَمَّا هو فَلَا يُغَسِّلُهَا عِنْدَنَا، كَذَا في «السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ». (الْبَابُ الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ في الْجَنَائِزِ: الْفَصْلُ الثَّانِي في الْغُسْلِ)

- الدر المختار میں ہے:

(وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا مِنْ غُسْلِهَا وَمَسِّهَا، لَا مِنَ النَّظَرِ إلَيْهَا عَلَى الْأَصَحِّ) «مُنْيَةٌ» .... (وَهِيَ لَا تُمْنَعُ مِنْ ذَلِكَ) وَلَوْ ذِمِّيَّةً بِشَرْطِ بَقَاءِ الزَّوْجِيَّةِ (بِخِلَافِ أُمِّ الْوَلَدِ) وَالْمُدَبَّرَةِ وَالْمُكَاتَبَةِ فَلَا يُغَسِّلُونَهُ وَلَا يُغَسِّلُهُنَّ عَلَى الْمَشْهُورِ، «مُجْتَبَى». (وَالْمُعْتَبَرُ) فِي الزَّوْجِيَّةِ (صَلَاحِيَّتُهَا لِغُسْلِهِ حَالَةَ الْغُسْلِ لَا) حَالَةَ (الْمَوْتِ فَتُمْنَعُ مِنْ غُسْلِهِ لَوْ) بَانَتْ قبلَ مَوْتِهِ أَو (ارْتَدَّتْ بَعْدَهُ) ثُمَّ أَسْلَمَتْ (أَوْ مَسَّتْ ابْنَهُ بِشَهْوَةٍ) لِزَوَالِ النِّكَاحِ، (وَجَازَ لَهَا) غُسْلُهُ.

- اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا إلَخْ) أَشَارَ إلَى مَا فِي «الْبَحْرِ» مِنْ أَنَّ مِنْ شَرْطِ الْغَاسِلِ أَنْ يَحِلَّ لَهُ النَّظَرُ إلَى الْمَغْسُولِ فَلَا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَبِالْعَكْسِ. اهـ. وَسَيَأْتِي مَا إذَا مَاتَتْ الْمَرْأَةُ بَيْنَ رِجَالٍ أَوْ

بِالْعَكْسِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ هَذَا شَرْطٌ لِوُجُوبِ الْغُسْلِ أَوْ لِجَوَازِهِ، لَا لِصِحَّتِهِ. (قَوْلُهُ: لَا مِن النَّظَرِ إِلَيْهِمَا عَلَى الْأَصَحِّ) عَزَاهُ فِي «الْمِنَحِ» إِلَى «الْقنيَةِ»، وَنَقَلَ عَن «الْخَانِيَّةِ» أَنَّهُ إِذَا كَانَ لِلْمَرْأَةِ مَحْرَمٌ يَمَّمَهَا بِيَدِهِ، وَأَمَّا الْأَجْنَبِيُّ فَبِخِرْقَةٍ عَلَى يَدِهِ وَيَغُضُّ بَصَرَهُ عَنْ ذِرَاعِهَا، وَكَذَا الرَّجُلُ فِي امْرَأَتِهِ إِلَّا فِي غَضِّ الْبَصَرِ اهـ وَلَعَلَّ وَجْهَهُ أَنَّ النَّظَرَ أَخَفُّ مِنْ الْمَسِّ فَجَازَ لِشُبْهَةِ الِاخْتِلَافِ، وَاللهُ أَعْلَمُ. (بَابُ صَلَاةِ الْجِنَازَةِ)

شوہر کے انتقال کے بعد بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے!

اس مسئلے میں جمہور ائمہ مجتہدین کرام کا اتفاق ہے جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا۔

- موطأامام مالک میں ہے:

٧٥٣- مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ: أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ امْرَأَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ غَسَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ حِينَ تُوُفِّيَ، ثُمَّ خَرَجَتْ، فَسَأَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَتْ: إِنِّي صَائِمَةٌ، وَإِنَّ هذَا يَوْمٌ شَدِيدُ الْبَرْدِ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ غُسْلٍ؟ فَقَالُوا: لَا.

یہی روایت فقیہ مجتہد امام محمد رحمہ اللہ نے "موطأامام محمد" میں حضرت فقیہ مجتہد امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی اور اس کے بعد فرمایا کہ:

قال محمد: وبهذا نأخذ، لا بأس أن تغسل المرأة زوجها إذا توفي. (كتاب الجنائز)

یعنی ہمارا ابھی یہی مذہب ہے کہ شوہر جب انتقال کر جائے تو بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے۔

2۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ انتقال کے بعد ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ

عنہا ان کو غسل دے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٧٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَوْصَى أَسْمَاءَ ابنة عُمَيْسٍ أَنْ تُغَسِّلَهُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ انتقال کے بعد ان کی اہلیہ ان کو غسل دے گی۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٨٠- حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ صَالِحِ الدَّهَّانِ أَوْ حَيَّانَ الْأَعْرَجِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَوْصَى أَنْ تُغَسِّلَهُ امْرَأَتُهُ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (ان کی وفات کے بعد) ان کی اہلیہ نے غسل دیا۔

- مصنَّف عبد الرزاق میں ہے:

٦١١٩- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ، وَأَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ.

امام عطا تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام عطا تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیوی شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٨٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: تُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

امام سلیمان بن موسیٰ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سلیمان بن موسیٰ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیوی شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۰۸۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ مُوسَى يَقُولُ: تُغَسِّلُهُ.

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا:

احناف کے نزدیک بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا، جس کی تفصیل ما قبل میں ذکر ہو چکی۔ ذیل میں اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ امام مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تو (غسل دینے کے معاملے میں) انھوں نے فرمایا کہ جب یہ زندہ تھی تو میں زیادہ حق دار تھا لیکن اب تم ہی زیادہ حق دار ہو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۰۹۴- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: مَاتَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ فَقَالَ: أَنَا كُنْتُ أَوْلَى بِهَا إِذَا كَانَتْ حَيَّةً، فَأَمَّا الآنَ فَأَنْتُمْ أَوْلَى بِهَا.

2۔ یہی روایت امام محمد رحمہ اللہ نے "موطأ امام محمد" میں روایت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا کہ: وَبِهِ نَأْخُذُ کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے:

۲۳۰- بَلَغَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: نَحْنُ كُنَّا أَحَقَّ بِهَا إِذَا كَانَتْ حَيَّةً، فَأَمَّا إِذَا مَاتَتْ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهَا.

جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ سے ثبوت:

جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کے اور شوہر کے درمیان جو نکاح کا تعلق تھا تو وہ ختم ہو جاتا ہے، اور بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٩١- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: إِذَا مَاتَت المَرأة انْقَطَعَ عِصْمَة مَا بَينهَا وَبَين زَوجهَا.

١١٠٩٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَهُوَ رَأْيُ سُفْيَانَ.

حضرت امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل نہیں دے سکتا، جبکہ بیوی اپنے شوہر (کے انتقال کے بعد اس) کو غسل دے سکتی ہے۔

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦١١٩- عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أَسْمَاءُ، وَأَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ غَسَّلَتْهُ امْرَأَتُهُ أُمُّ عَبْدِ اللهِ. قَالَ الثَّوْرِيُّ: وَنَقُولُ نَحْنُ: لَا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ؛ لِأَنَّهَا لَوْ شَاءَ تَزَوَّجَ أُخْتَهَا حِينَ مَاتَتْ، وَنَقُولُ: تُغَسِّلُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا؛ لِأَنَّهَا فِي عِدَّةٍ مِنْهُ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٠٩٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَمَانٍ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لا يُغَسِّلُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَهُوَ رَأْيُ سُفْيَانَ.

ایک شبہ کا اِزالہ:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وفات کے بعد غسل دیا، تو احناف کے نزدیک یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی غسل کے انتظامات اور نگرانی فرماتے رہے، یا یہ حضرت علی کی خصوصیت ہے، جیسا کہ ردالمحتار اور الدر المختار میں اس کی مدلل تفصیل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

- الدر المختار میں ہے:

(وَيُمْنَعُ زَوْجُهَا مِنْ غُسْلِهَا وَمَسِّهَا، لَا مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهَا عَلَى الْأَصَحِّ) «مُنْيَةٌ». وَقَالَت الْأَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ: يَجُوزُ؛ لِأَنَّ عَلِيًّا غَسَّلَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. قُلْنَا: هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى بَقَاءِ الزَّوْجِيَّةِ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ بِالْمَوْتِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي»، مَعَ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَةِ أَنْكَرَ عَلَيْهِ، «شَرْحُ الْمَجْمَعِ» لِلْعَيْنِيِّ.

- اس کے حاشیہ ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: قُلْنَا إِلَخْ) قَالَ فِي «شَرْحِ الْمَجْمَعِ» لِمُصَنِّفِهِ: فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا غَسَّلَتْهَا أُمُّ أَيْمَنَ حَاضِنَتُهُ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا، فَتُحْمَلُ رِوَايَةُ الْغُسْلِ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى مَعْنَى التَّهْيِئَةِ وَالْقِيَامِ التَّامِّ بِأَسْبَابِهِ، وَلَئِنْ ثَبَتَت الرِّوَايَةُ فَهُوَ مُخْتَصٌّ بِهِ، أَلَا تَرَى أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا اعْتَرَضَ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَجَابَهُ بِقَوْلِهِ: أَمَا عَلِمْت أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ فَاطِمَةَ زَوْجَتُك فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»، فَادِّعَاؤُهُ الْخُصُوصِيَّةَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَذْهَبَ عِنْدَهُمْ عَدَمُ الْجَوَازِ اهـ.

مَطْلَبٌ فِي حَدِيثِ: «كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي»:

قُلْت: وَيَدُلُّ عَلَى الْخُصُوصِيَّةِ أَيْضًا الْحَدِيثُ الَّذِي ذَكَرَهُ الشَّارِحُ وَفَسَّرَ بَعْضُهُمْ السَّبَبَ فِيهِ بِالْإِسْلَامِ وَالتَّقْوَى، وَالنَّسَبَ بِالِانْتِسَابِ وَلَوْ بِالْمُصَاهَرَةِ وَالرَّضَاعِ، وَيَظْهَرُ لِي أَنَّ الْأَوْلَى كَوْنُ الْمُرَادِ بِالسَّبَبِ الْقَرَابَةَ السَّبَبِيَّةَ كَالزَّوْجِيَّةِ وَالْمُصَاهَرَةِ وَبِالنَّسَبِ الْقَرَابَةَ النَّسَبِيَّةَ؛ لِأَنَّ سَبَبِيَّةَ الْإِسْلَامِ وَالتَّقْوَى لَا تَنْقَطِعُ عَنْ أَحَدٍ فَبَقِيَتْ الْخُصُوصِيَّةُ فِي سَبَبِهِ وَنَسَبِهِ ﷺ، وَلِهَذَا قَالَ عُمَرُ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: فَتَزَوَّجْت أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ لِذَلِكَ. وَأَمَّا قَوْله تَعَالَى: «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ» [المؤمنون: ١٠١] فَهُوَ مَخْصُوصٌ بِغَيْرِ نَسَبِهِ ﷺ النَّافِعِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَأَمَّا حَدِيثُ «لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِن اللهِ شَيْئًا» أَيْ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ ذَلِكَ إلَّا إنْ مَلَّكَهُ اللهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ يَنْفَعُ الْأَجَانِبَ بِشَفَاعَتِهِ لَهُمْ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى فَكَذَا الْأَقَارِبُ. وَتَمَامُ الْكَلَامِ عَلَى ذَلِكَ فِي رِسَالَتِنَا «الْعِلْمِ الظَّاهِرِ فِي نَفْعِ النَّسَبِ الطَّاهِرِ». (باب صلاة الجنائز)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

20 ربیع الثانی 1441ھ/18 دسمبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ

کی چار تکبیرات کا ثبوت

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نماز جنازہ کی چار تکبیرات کا ثبوت:

نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات ہیں جو کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ سے ثابت ہیں، حتی کہ حضرات صحابہ کرام کا اس پر اتفاق بھی منقول ہے۔

پہلی دلیل: صحیح البخاری میں ہے کہ:

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا، وَقَالَ حُمَيْدٌ: صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

١٣٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہونے سے متعلق عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت ایک تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل ذکر فرمایا کہ انھوں نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہیں اور پھر حدیث ذکر فرمائی کہ حضور اقدس ﷺ نے نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں چار تکبیرات کہیں۔

نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضور اقدس ﷺ کے چار تکبیرات کہنے کا ذکر احادیث کی متعدد کتب میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں:

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٢٤٧- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَ فِي الْيَوْمِ الَّذِى مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٣٦- عَنْ سَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَّاشِي فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

١١٥٣٧- حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

١١٥٣٨- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ النَّجَاشِيَّ قَدْ مَاتَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابه إِلَى الْبَقِيعِ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

- سنن الترمذی میں ہے:

١٠٢٢- عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا. وَفِي البَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَجَابِرٍ، وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَنَسٍ. حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ: يَرَوْنَ التَّكْبِيرَ عَلَى الجَنَازَةِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ.

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر فرمانے کے بعد اسے حسن صحیح قرار دیتے ہیں، اور یہ فرماتے ہیں کہ انھی چار تکبیرات پر جمہور صحابہ وتابعین کا عمل ہے، اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی ہے۔

حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کے اس واقعے سے نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات بخوبی ثابت ہوتی ہیں۔ جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ اس سے تو غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت بھی ہوتا ہے، جس کے احناف قائل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ اس لیے جائز نہیں کہ نمازِ جنازہ درست ہونے کے لیے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے، اور حضرت نجاشی کے اس واقعہ سے متعلق احناف کا موقف یہ ہے کہ یا تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی اور یا یہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھا کیوں کہ اللہ تعالی نے معجزاتی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

طور پر حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا دیے تھے اور حضور اقدس ﷺ بلکہ حضرات صحابہ کو بھی حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی، جیسا کہ ذیل کی روایت میں اس کا ذکر ہے:

○ صحیح ابن حبان میں ہے:

٣١٠٢ - أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: «أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَنَّ أَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَصَفُّوا خَلْفَهُ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: "تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں،" چنانچہ حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور صحابہ ان کی اقتدا میں کھڑے ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے چار تکبیرات کہیں، اور صحابہ کو یہی خیال رہا کہ جنازہ ان کے سامنے موجود ہے۔

دوسری دلیل: مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٣٤- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

١١٥٣٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى عَلَى قَبْرِ امْرَأَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک خاتون کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیرات کہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرات صحابہ کرام کے قولی اور عملی طور پر نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات کا ثبوت:

تیسری دلیل: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٣٩- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا عُمَرُ أَرْبَعًا، ثُمَّ سَأَلَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ يُدْخِلُهَا قَبْرَهَا؟ فَقُلْنَ: مَنْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا فِي حَيَاتِهَا.

ترجمہ: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔

چوتھی دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٠- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَلْعٍ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: قُبِضَ عَلِيٌّ وَهُوَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا.

١١٥٤١- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفِّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

ترجمہ: امام عمیر بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

پانچویں دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ وَشُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: التَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ بِتَكْبِيرِ الْخُرُوجِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات ہیں۔

چھٹی دلیل: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُهَاجِر أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ الْبَرَاءِ عَلَى

جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: امام مہاجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

ساتویں دلیل: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

١١٥٤٦- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: أَرْبَعًا، فَقُلْتُ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ سَوَاءٌ؟ قَالَ: فَقَالَ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ سَوَاءٌ.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نمازِ جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ چار ہیں چاہے دن ہو یا رات۔

آٹھویں دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١١٥٤٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَبَّرَ عَلَى جِنَازَةٍ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت زید بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی تو انھوں نے چار تکبیرات کہیں۔

نویں دلیل: حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

١١٥٤٨- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ: أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَبَّرَ أَرْبَعًا وَأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَبَّرَ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت ثابت بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوہ رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔

دسویں دلیل: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۱۵۴۹- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي الْعَنَبَسِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا.

گیارہویں دلیل: حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۱۵۵۰- حَدَّثَنَا حَفْصُ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ الْحَارِثِ أَبِي رَوْقٍ، عَنْ مَوْلًى لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَّى عَلَى علي فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

بارہویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

۱۱۵۵۱- عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لاَ يَزِيدُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ عَلَى الْمَيِّتِ.

۱۱۵۵۲- عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مِثْلَهُ.

تیرہویں دلیل: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۱۵۶۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُهَاجِرٍ قَالَ: صَليتُ خَلفَ وَاثِلَةَ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

چودہویں دلیل: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

۱۱۵۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْهَجَرِيِّ قَالَ: صَلَّيْت مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، ثُمَّ قَامَ هُنَيْهَةً حَتَّى ظَنَنْت أَنَّهُ يُكَبِّرُ خَمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ: أَكُنْتُمْ تُرَوْنَ أَنِّي أُكَبِّرُ خَمْسًا إِنَّمَا قُمْت كَمَا رَأَيْت رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ.

پندرہویں دلیل: امام سوید بن غفلہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۶۳- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي الْخَصِيبِ أَنَّ سُوَيْدًا صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

سولہویں دلیل: امام محمد بن الحنفیہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٦- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي عَطَاءٍ قَالَ: شَهِدْت وَفَاةَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَلَاهُ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

سترہویں دلیل: امام ابو مجلز تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٧- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُدَيْرٍ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعًا.

اٹھارہویں دلیل: امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٥٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ قَالَ: رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

انیسویں دلیل: امام قیس بن ابی حازم تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٦٠- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَلَى جِنَازَةٍ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

بیسویں دلیل: نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات پر حضرات صحابہ کرام کا اتفاق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد مبارک میں نماز جنازہ میں پانچ، سات، چھ اور چار تکبیرات کہنے کا رواج رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انھوں نے حضرات صحابہ کرام کو جمع فرمایا تو تکبیرات کی تعداد سے متعلق یہ مختلف صورتحال سامنے آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو چار تکبیرات پر جمع فرمایا اور اس پر صحابہ کرام کا اتفاق ہو گیا، ملاحظہ فرمائیں:

1۔ السنن الکبری للبیہقی میں ہے:

٧١٩٧- عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَبْعًا، وَخَمْسًا، وَسِتًّا أَوْ قَالَ: أَرْبَعًا فَجَمَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَ كُلُّ رَجُلٍ بِمَا

رَأَى فَجَمَعَهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ.

ت: وَرَوَاهُ وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ فَقَالَ: أَرْبَعًا مَكَانَ سِتًّا وَفِيمَا رَوَى وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ إِيَاسٍ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فَأَجْمَعُوا أَنَّ التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعٌ.

ترجمہ: حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں نمازِ جنازہ میں سات، پانچ، چھ اور چار تکبیرات کہنے کا رواج تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں حضرات صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور متعدد آرا سامنے آنے کے بعد حضرت عمر نے سب کو چار تکبیرات پر جمع فرمایا۔

اور حضرات ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام حضرت ابو مسعود انصاری کے گھر میں جمع ہوئے اور انھوں نے نماز جنازہ کی چار تکبیرات پر اتفاق کیا۔

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٦٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ النَّاسَ فَاسْتَشَارَهُمْ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: كَبَّرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خَمْسًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَبَّرَ سَبْعًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَبَّرَ أَرْبَعًا، قَالَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ.

١١٥٦٥- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجِنَازَةِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا بَعْدُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ.

3۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٦٣٩٥- عبد الرزاق عن الثوري عن عامر بن شقيق عن أبي وائل قال: كانوا يكبرون في زمن النبي ﷺ سبعا وخمسا وأربعا حتى كان زمن عمر فجمعهم فسألهم فأخبرهم كل رجل منهم بما رأى فجمعهم على أربع تكبيرات كأطول الصلاة يعني الظهر.

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٤٣- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: سُئِلَ عَبْدُ اللهِ عَنِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ،

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فَقَالَ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ صُنِعَ وَرَأَيْت النَّاسَ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَى أَرْبَعٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نماز جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے تو ہر طرح عمل ہوتا رہا پھر صحابہ نے چار تکبیرات پر اتفاق کر لیا۔

5۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۵۶۱- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ كُلٌّ قَدْ فَعَلَ فَقَالُوا: فتعالوا نَجْتَمِعُ عَلَى أَمْرٍ يَأْخُذُ بِهِ مَنْ بَعْدَنَا فَكَبَّرُوا عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعًا.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے تو ہر طرح سے عمل ہوتا رہا، پھر صحابہ نے سوچا کہ اجتماعی طور پر کسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں تاکہ بعد والے اسی پر عمل کریں، تو انھوں نے چار تکبیرات پر اتفاق کیا۔

اکیسویں دلیل: نماز جنازہ کی تکبیرات سے متعلق حضور اقدس ﷺ کا آخری عمل:

○ التلخیص الحبیر میں ہے:

وَأَمَّا اتِّفَاقُ الصَّحَابَةِ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ: حدثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ سَمِعْت سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: إنَّ عُمَرَ قال: كل ذلك قد كَانَ أَرْبَعًا وَخَمْسًا فَاجْتَمَعْنَا عَلَى أَرْبَعٍ، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ شُعْبَة وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ أَيْضًا عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَلَّمَ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسِتًّا وَسَبْعًا فَجمعَ عُمَرُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ بِمَا رَأَى فَجَمَعَهُمْ عُمَرُ عَلَى أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ. وَمِنْ طَرِيقِ إبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ: اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي مَسْعُودٍ فَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ التَّكْبِيرَ عَلَى الْجِنَازَةِ أَرْبَعٌ. وَرَوَى بِسَنَدِهِ إلَى الشَّعْبِيِّ: صَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى زَيْدِ بْنِ عُمَرَ وَأُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَخَلْفَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ الْحَنَفِيَّةِ بْنُ عَلِيٍّ.

قَالَ: وَمِمَّنْ رَوَيْنَا عَنْهُ الْأَرْبَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَغَيْرُهُمْ وَرَوَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي «الِاسْتِذْكَارِ» مِنْ طَرِيقِ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسَبْعًا وَثَمَانِيًا حَتَّى

جَاءَ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى وَصَفَّ النَّاسَ وَرَاءَهُ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ ثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أَرْبَعٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ.

○ الاستذکار میں ہے:

وقد حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال: حدثنا قاسم بن أصبغ قال: حدثنا محمد بن وضاح قال: حدثنا عبد الرحيم بن إبراهيم دحيم قال: حدثنا مروان بن معاوية الفزاري قال: حدثنا عبد الله بن الحارث عن أبي بكر بن سليمان بن أبي خيثمة عن أبيه قال: كان النبي ﷺ يكبر على الجنائز أربعا وخمسا وستا وسبعا وثمانيا حتى جاء موت النجاشي فخرج إلى المصلى فصف الناس وراءه وكبر عليه أربعا ثم ثبت النبي ﷺ على أربع حتى توفاه الله عز وجل.

ان دونوں روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نمازِ جنازہ میں چار، پانچ، چھ اور سات تک تکبیرات کہتے تھے، پھر حضرت نجاشی کی وفات ہوئی تو ان کی نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات کہیں، پھر اپنے وصال تک چار ہی تکبیرات کہا کرتے تھے۔

خلاصہ:

ان تمام دلائل اور تفصیل سے معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کی چار تکبیرات ہیں جو کہ حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت ہیں۔ یقیناً اس تفصیل سے متعدد شبہات کا اِزالہ ہو سکے گا۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21 ربیع الاوّل 1441ھ/19 نومبر 2019

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ

میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا سنّت ہے!

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھانا سنّت ہے:

احناف کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے بعد بقیہ تکبیرات میں ہاتھ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نمازِ جنازہ پڑھاتے تو صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھ لیتے۔

- السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے:

٧٢٠٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ، ثُمَّ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى.

- سنن دار قطنی میں ہے:

١٨٥٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى.

2۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھاتے ہوئے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے، پھر کسی اور تکبیر میں نہ اٹھاتے۔

- سنن دار قطنی میں ہے:

١٨٥٤- عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

تنبیہ: ان دونوں روایات کی سند معتبر ہے، جس کی تفصیل کے لیے دیکھیے اِعلاء السنن: 266،267/8، از شیخ الاسلام محدث علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ۔

3۔ حضرت ولید بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کو نمازِ جنازہ ادا فرماتے ہوئے دیکھا کہ انھوں نے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد کسی اور تکبیر میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجِنَازَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيمَا بَقِيَ، وَكَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا.

4۔امام حسن بن عبید اللہ تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٥- عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجِنَازَةِ.

5۔امام سُوید تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٥٠٨- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ نفاعَةَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ: كَانَ سُوَيْد يُكَبِّرُ عَلَى جَنائِزِنَا فكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ.

فقہی عبارات

- الاوسط للامام ابن المنذر:

ذِكْرُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ: أَجْمَعَ عَوَّامُ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ الْمُصَلِّيَ عَلَى الْجَنَازَةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي سَائِرِ التَّكْبِيرَاتِ، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ: يَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْجَنَازَةِ، كَذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ..... وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَقَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، وَالزُّهْرِيُّ، وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَرُوِّينَا ذَلِكَ عَنْ مَكْحُولٍ، وَالنَّخَعِيِّ، وَمُوسَى بْنِ نُعَيْمٍ، وَبِهِ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَنْ مَالِكٍ ...... وَقَالَتْ طَائِفَةٌ: تُرْفَعُ الْيَدِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ لَا تُرْفَعُ بَعْدُ، كَذَلِكَ قَالَ الثَّوْرِيُّ، وَأَصْحَابُ الرَّأْيِ، وَرُوِيَ ذَلِكَ عَنِ النَّخَعِيِّ خِلَافَ الْقَوْلِ الْأَوَّلِ عَنْهُ.

- عمدۃ القاری (باب سنة الصلاة على الجنازة):

ثم هل يسر بها أو يجهر؟ فعن جماعة من الصحابة والتابعين إخفاؤها، وعن مالك: يسمع بها من

يليه، وعن أبي يوسف: لا يجهر كل الجهر ولا يسر كل الإسرار، ولا يرفع يديه إلا عند تكبيرة الإحرام؛ لما روى الترمذي عن أبي هريرة مرفوعا: «إذا صلى على جنازة يرفع يديه في أول تكبيرة»، وزاد الدارقطني: «ثم لا يعود»، وعن ابن عباس عنده مثله بسند فيه الحجاج ابن نصير، وفي «المبسوط»: أن ابن عمر وعليا رضي الله تعالى عنهما قالا: لا ترفع اليد فيها إلا عند تكبيرة الإحرام، وحكاه ابن حزم عن ابن مسعود وابن عمر ثم قال: لم يأت بالرفع فيما عدا الأولى نص ولا إجماع، وحكى في «المصنف» عن النخعي والحسن بن صالح أن الرفع في الأولى فقط، وحكى ابن المنذر الإجماع على الرفع في أول تكبيرة، وعند الشافعية يرفع في الجميع .. إلخ

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إلَّا في التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى في ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَذَا في «الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْكَنْزِ»، وَالْإِمَامُ وَالْقَوْمُ فيه سَوَاءٌ كَذَا في «الْكَافِي». (الْفَصْلُ الْخَامِسُ في الصَّلَاةِ على الْمَيِّتِ)

- **الدر المختار:**

(وَهِيَ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ) كُلُّ تَكْبِيرَةٍ قَائِمَةٌ مَقَامَ رَكْعَةٍ (يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْأُولَى فَقَطْ) وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا...

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا) وَهُوَ قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الثَّلَاثَة، وَرِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ كَمَا فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ»، وَالْأَوَّلُ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ كَمَا فِي «الْبَحْرِ». (باب صلاة الجنازة)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

17 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/13 جنوری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ
میں ثنا اور دُرود شریف پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ میں ثنااور دُرود شریف پڑھنے کا حکم:

نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنا، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نمازِ جنازہ در حقیقت میت کے لیے دعا ہے، اور دعا کی زیادہ قبولیت کے پیشِ نظر اس سے پہلے پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جاتی ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

نمازِ جنازہ میں ثنااور درود شریف پڑھنے کا ثبوت:

1۔ حضرت ابو سعید مقبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہتا ہوں، پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، پھر حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجتا ہوں، پھر میت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

- **موطأ امام مالک میں ہے:**

٥٣٩- عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا لَعَمْرُ اللهِ أُخْبِرُكَ: أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُ اللهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

2۔ حضرت مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ ادا فرماتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے، پھر میت کے لیے دعا فرماتے۔

- **مصنف ابن ابی شیبہ:**

١١٤٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى

عَلَى مَيِّتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَحْيَائِنَا وَأَمْوَاتِنَا، وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا.

3۔ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد وثنا ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف ہے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٣- عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى يُبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَالثَّانِيَةُ صَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَالثَّالِثَةُ دُعَاءٌ لِلْمَيِّتِ، وَالرَّابِعَةُ لِلتَّسْلِيمِ.

نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف کے الفاظ سے متعلق وضاحت:

احادیث سے نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف پڑھنے کا تو ثبوت ملتا ہے البتہ ان سے متعلق مخصوص الفاظ ثابت نہیں، اس لیے ثنا اور درود شریف کے معاملے میں کسی مخصوص الفاظ کو سنت یا لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس اصولی بات کی روشنی میں مزید تفصیل یہ ہے کہ:

1۔ نمازِ جنازہ میں ثنا اور درود شریف کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جائیں تو ان سے سنت ادا ہو جائے گی۔ البتہ احادیث مبارکہ سے منقول عام حمد وثنا اور درود شریف کے الفاظ کی رعایت بہتر ہے۔

2۔ نمازِ جنازہ میں نماز والی ثنا پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس میں ''وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ'' کا بھی اضافہ کرلیتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔

3۔ احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں قرأت کے طور پر سورتِ فاتحہ سمیت کسی بھی سورت کو پڑھنا درست نہیں، البتہ چوں کہ نمازِ جنازہ میں حمد وثنا بھی ہے اور سورتِ فاتحہ بھی حمد وثنا پر مشتمل ہے اس لیے اگر کوئی شخص پہلی تکبیر کے بعد سورتِ فاتحہ کو حمد وثنا کی نیت سے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جن صحابہ کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے تو احناف کے نزدیک اس سے یہی مراد ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے اگلا مضمون: نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کا حکم۔

4۔ نمازِ جنازہ میں نماز میں پڑھے جانے والے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس میں "کَمَا صَلَّیْتَ" کے بعد "وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ" کا بھی اضافہ کرلیتا ہے جیسا کہ مشہور ہے تو یہ بھی درست ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں "وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ" کے الفاظ کا ثبوت:

بعض حضرات کو یہ شبہ ہے کہ نمازِ جنازہ کی حمد وثنا میں "وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ" کے الفاظ ثابت نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو نمازِ جنازہ کی حمد وثنا کے کوئی مخصوص الفاظ ہی ثابت نہیں، اس لیے "وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ" کے ثابت نہ ہونے پر کوئی شبہ ہی درست نہیں۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے طور پر "وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ" کے الفاظ بعض احادیث سے ثابت ہیں جو اگرچہ نمازِ جنازہ سے متعلق نہیں لیکن حمد وثنا کے طور پر تو ثابت ہیں اور یہی بات کافی ہے، اس لیے اگر کوئی نمازِ جنازہ کی حمد وثنا میں ان الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ذیل میں ان الفاظ کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

- مصنف ابن ابی شیبہ:

٢٩٧٨٧- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَتَيْتَ سُلْطَانًا مَهِيبًا تَخَافُ أَنْ يَسْطُوَ عَلَيْكَ فَقُلْ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيعًا، اللهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، أَعُوذُ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُودِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ، اللَّهُمَّ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

- مجمع الزوائد:

١٧١٣٥- عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَخَوَّفَ أَحَدُكُمُ السُّلْطَانَ فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ -يَعْنِي الَّذِي

يُرِيدُ- وَشَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، وَأَتْبَاعِهِمْ أَنْ يُفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ جُنَادَةُ بْنُ سَلْمٍ، وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَضَعَّفَهُ غَيْرُهُ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

١٧١٣٦- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَتَيْتَ سُلْطَانًا مَهِيبًا تَخَافُ أَنْ يَسْطُوَ بِكَ فَقُلِ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيعًا، اللهُ أَعَزُّ مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ، وَأَعُوذُ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُمْسِكِ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ، وَجُنُودِهِ، وَأَتْبَاعِهِ، وَأَشْيَاعِهِ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، إِلَهِي كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ، جَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَعَزَّ جَارُكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، ثَلَاثُ مَرَّاتٍ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

- **الادب المفرد:**

٧٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ سُوَيْدٍ يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: إِذَا كَانَ عَلَى أَحَدِكُمْ إِمَامٌ يَخَافُ تَغَطْرُسَهُ أَوْ ظُلْمَهُ، فَلْيَقُلِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، كُنْ لِي جَارًا مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَأَحْزَابِهِ مِنْ خَلَائِقِكَ، أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَوْ يَطْغَى، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

- **عمل الیوم اللیلۃ لابن السنی:**

٣٤٥- أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عِيسَى: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَارِثِ الْحَارِثِيُّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَيْلَمَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا خِفْتَ سُلْطَانًا أَوْ غَيْرَهُ فَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، عَزَّ جَارُكَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ».

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فقہی عبارات

- **البحر الرائق:**

وَسُنَنُهَا التَّحْمِيدُ وَالثَّنَاءُ وَالدُّعَاءُ. (كتاب الجنائز)

وَالْبدَاءَةُ بِالثَّنَاءِ ثُمَّ الصَّلَاةِ سُنَّةُ الدُّعَاءِ؛ لِأَنَّهُ أَرْجَى لِلْقَبُولِ. ولم يُعَيِّنِ الْمُصَنِّفُ الثَّنَاءَ، وروى الْحَسَنُ أَنَّهُ دُعَاءُ الِاسْتِفْتَاحِ. وَالْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ الصَّلَاةُ عليه في التَّشَهُّدِ، وهو الْأَوْلَى كما في «فَتْحِ الْقَدِيرِ»، ولم يذكر الْقِرَاءَةَ؛ لِأَنَّهَا لم تَثْبُتْ عن رسول اللهِ ﷺ. وفي «الْمُحِيطِ» وَ«التَّجْنِيسِ»: وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ فيها بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ فَلَا بَأْس بِهِ، وَإِنْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ. (كتاب الجنائز)

- **الدر المختار:**

(وَهِيَ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ) كُلُّ تَكْبِيرَةٍ قَائِمَةٌ مَقَامَ رَكْعَةٍ (يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْأُولَى فَقَطْ) وَقَالَ أَئِمَّةُ بَلْخٍ: فِي كُلِّهَا (وَيُثْنِي بَعْدَهَا) وَهُوَ «سُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِك» (وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ) كَمَا فِي التَّشَهُّدِ (بَعْدَ الثَّانِيَةِ)؛ لِأَنَّ تَقْدِيمَهَا سُنَّةُ الدُّعَاءِ (وَيَدْعُو بَعْدَ الثَّالِثَةِ) بِأُمُورِ الْآخِرَةِ، وَالْمَأْثُورُ أَوْلَى .....

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَهُوَ سُبْحَانَك اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِك) كَذَا فَسَّرَ بِهِ الثَّنَاءَ فِي «شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ» وَغَيْرِهِ، وَقَالَ فِي «الْعِنَايَةِ»: إنَّهُ مُرَادُ صَاحِبِ «الْهِدَايَةِ»؛ لِأَنَّهُ الْمَعْهُودُ مِنَ الثَّنَاءِ، وَذَكَرَ فِي «النَّهْرِ» أَنَّ هَذَا رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنِ الْإِمَامِ. وَالَّذِي فِي «الْمَبْسُوطِ» عَنْ صَاحِبِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يَحْمَدُ اللهَ. اهـ. أَقُولُ: مُقْتَضَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ حُصُولُ السُّنَّةِ بِأَيِّ صِيغَةٍ مِنْ صِيَغِ الْحَمْدِ، فَيَشْمَلُ الثَّنَاءَ الْمَذْكُورَ؛ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى الْحَمْدِ. (قَوْلُهُ: كَمَا فِي التَّشَهُّدِ) أَيِ الْمُرَادُ الصَّلَاةُ الْإِبْرَاهِيمِيَّة الَّتِي يَأْتِي بِهَا الْمُصَلِّي فِي قَعْدَةِ التَّشَهُّدِ. (قَوْلُهُ: لِأَنَّ تَقْدِيمَهَا) أَيْ تَقْدِيمَ الصَّلَاةِ عَلَى الدُّعَاءِ سُنَّةٌ كَمَا أَنَّ تَقْدِيمَ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمَا سُنَّةٌ أَيْضًا. (باب صلاة الجنازة)

- **حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:**

قوله: (وهو سبحانك اللّٰهُمَّ وبحمدك الخ) قال في «سكب الأنهر»: والأولى ترك «وجل ثناؤك» إلا في صلاة الجنازة اهـ. (باب أحكام الجنائز)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فائدہ: نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں:

کئی حضرات صحابہ کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے کوئی مخصوص قرأت اور الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٦٠٤- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ أَوْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يُوَقَّتْ لَنَا عَلَى الْجَنَازَةِ قَوْلٌ وَلَا قِرَاءَةٌ، كَبِّرْ مَا كَبَّرَ الْإِمَامُ، أَكْثِرْ مِنْ أَطْيَبِ الْكَلَامِ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے مخصوص الفاظ کو پڑھنا لازم قرار نہیں دیا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا بَاحَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ بِشَيْءٍ.

3۔ حضرت شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں انھوں نے تیس صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٦- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُومُوا عَلَى شَيْءٍ فِي أَمْرِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ.

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں اللہ کی حمد و ثنا، درود شریف اور میت کے لیے دعا سے متعلق مخصوص الفاظ واجب اور لازم نہیں کہ جن کی پاسداری ایسی ضروری ہو کہ ان کے بغیر نمازِ جنازہ ہی ادا نہ ہو، بلکہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ان امور کی ادائیگی کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں البتہ جو الفاظ احادیث سے ثابت ہوں ان کی رعایت مسنون، بہتر اور اہم ہے۔

ثنا:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

درود شریف:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابرہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق، بڑی بزرگی والا ہے۔

اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے برکت نازل فرمائی تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق، بڑی بزرگی والا ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

19 صفر المظفّر 1442ھ/ 7 اکتوبر 2020

نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمازِ جنازہ در حقیقت دعا ہے:

نمازِ جنازہ در حقیقت میت کے لیے دعا ہے، اور دعا کی زیادہ قبولیت کے پیشِ نظر پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جاتی ہے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے، جبکہ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔ گویا کہ نمازِ جنازہ میں فقط تین چیزیں پڑھی جاتی ہیں: حمد وثنا، درود شریف اور دعائے مغفرت۔ اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت ابو سعید مقبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نمازِ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں تکبیر کہتا ہوں، پھر اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، پھر حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجتا ہوں، پھر میت کے لیے دعا کرتا ہوں۔

- موطا امام مالک میں ہے:

٥٣٩- عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَنَا لَعَمْرُ اللهِ أُخْبِرُكَ: أَتَّبِعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ وَحَمِدْتُ اللهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَقُولُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

2۔ حضرت مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ ادا فرماتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے، پھر درود شریف پڑھتے پھر میت کے لیے دعا فرماتے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٤٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَحْيَائِنَا وَأَمْوَاتِنَا، وَأَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبِ خِيَارِنَا.

3۔ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد وثنا ہے، دوسری تکبیر کے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بعد درود شریف ہے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

۱۱۴۹۳- عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: فِي التَّكْبِيرَةِ الأُولَى يُبْدَأُ بِحَمْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَالثَّانِيَةُ صَلَاةٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَالثَّالِثَةُ دُعَاءٌ لِلْمَيِّتِ، وَالرَّابِعَةُ لِلتَّسْلِيمِ.

ان روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- پہلی بات یہ کہ نمازِ جنازہ حمد وثنا، درود شریف اور دعا پر مشتمل ہے، رکوع اور سجدے والی عام نمازوں کی طرح اس میں قرآن کریم کی قرأت کا حکم نہیں، کیوں کہ یہ قرأت کا موقع و محل نہیں۔
- دوسری بات یہ کہ ان روایات میں قرآن کریم کی قرأت کا کوئی ذکر نہیں، جس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں قرآن کریم کی کسی بھی سورت کی قرأت نہیں۔

اس لیے احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ میں قرأت کے طور پر سورتِ فاتحہ سمیت کسی بھی سورت کو پڑھنا درست نہیں، البتہ چوں کہ نمازِ جنازہ میں حمد وثنا بھی ہے اور سورتِ فاتحہ بھی حمد وثنا پر مشتمل ہے اس لیے اگر کوئی شخص پہلی تکبیر کے بعد سورتِ فاتحہ کو حمد وثنا کی نیت سے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور جن صحابہ کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے تو احناف کے نزدیک اس سے یہی مراد ہے۔

ذیل میں نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے سے متعلق متعدد دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثبوت:

امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

- موطأ امام مالک میں ہے:

۵۴۱- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۵۲۲- عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

امام محمد تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد تابعی رحمہ اللہ نمازِ جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٥٢٣- عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ.

امام ابو العالیہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ابو المِنہال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو العالیہ رحمہ اللہ سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ سورتِ فاتحہ تو رکوع اور سجدے والے نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ:

١١٥٢٤- عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: مَا كُنْت أَحْسَبُ أَنَّ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ تُقْرَأُ إِلَّا فِي صَلَاةٍ فِيهَا رُكُوعٌ وَسُجُودٌ.

ذیل میں ”مصنَّف ابن ابی شیبہ“ سے مزید آٹھ تابعین کرام سے نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کی قرأت نہ کرنے کا ثبوت ذکر کیا جاتا ہے:

امام فضالہ بن عبید تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٢٥- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُلَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِفَضَالَةَ بْنِ عُبَيْد هَلْ يُقْرَأُ عَلَى الْمَيِّتِ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا.

امام ابو بُردہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

١١٥٢٦- حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ أَقْرَأُ عَلَى الْجِنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ؟ قَالَ: لَا تَقْرَأْ.

امام عطا تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۷- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَطَاءً عَنِ الْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: مَا سَمِعَنا بِهَذَا إِلَّا حَدِيثًا.

امام شعبی تابعی اور امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۸- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِيَاسٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَ: عَنْ أَبِي الْحَصِينِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَا: لَيْسَ فِي الْجِنَازَةِ قِرَاءَةٌ.

امام عطا تابعی اور امام طاوس تابعی رحمہما اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۲۹- عَنِ ابْنِ طَاوُوس، عَنْ أَبِيهِ وَعَطَاءٍ أَنَّهُمَا كَانَا يُنْكِرَانِ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ.

امام بکر بن عبد اللہ تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۳۰- عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْد، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَا أَعْلَمُ فِيهَا قِرَاءَةً.

امام سالم تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

۱۱۵۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيرٍ قَالَ: حدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَارَةَ قَالَ: سَأَلْتُ سَالِمًا فَقُلْتُ: الْقِرَاءَةُ عَلَى الْجِنَازَةِ؟ فَقَالَ: لَا قِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ.

نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دینے کی حقیقت:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ احناف قرأت کی بجائے حمد و ثنا کے طور پر سورتِ فاتحہ کی اجازت دیتے ہیں، یہاں یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ بعض لوگ نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دیتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں کو ملامت کرتے ہیں، واضح رہے کہ یہ نظریہ اور رویّہ متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

- پہلی بات یہ کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو حمد و ثنا کے طور پر پڑھنے کو لازم قرار دیا جائے تو یہ اس

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لیے درست نہیں کہ ماقبل میں نمازِ جنازہ کی حقیقت سے متعلق جو روایات ذکر ہوئیں ان میں کہیں بھی حمد و ثنا کے طور پر سورتِ فاتحہ کے لازم ہونے کا ذکر نہیں۔

- دوسری بات یہ کہ اگر نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو قرأت کے طور پر پڑھنے کو لازم قرار دیا جائے تو اس کے درست نہ ہونے کی مدلل تفصیل ماقبل میں بیان ہو چکی۔
- تیسری بات یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو لازم قرار دینے کی کوئی واضح دلیل بھی موجود نہیں، اس لیے سورتِ فاتحہ کو لازم سمجھنا بلا دلیل ہے۔
- چوتھی بات یہ کہ کئی حضرات صحابہ کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے کوئی مخصوص قرأت اور الفاظ لازم قرار نہیں دیے گئے۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٦٠٤- عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ أَوْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يُوَقَّتْ لَنَا عَلَى الْجَنَازَةِ قَوْلٌ وَلَا قِرَاءَةٌ، كَبِّرْ مَا كَبَّرَ الْإِمَامُ، أَكْثِرْ مِنْ أَطْيَبِ الْكَلَامِ.

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں ہمارے ذمّے مخصوص الفاظ کو پڑھنا لازم قرار نہیں دیا۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١١٤٨٥- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: مَا بَاحَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ بِشَيْءٍ.

3۔ حضرت شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں انھوں نے تیس صحابہ کرام سے روایت کی ہے کہ نمازِ جنازہ میں کوئی مخصوص الفاظ پڑھنا لازم نہیں ہے۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۱۱۴۸۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُومُوا عَلَى شَيْءٍ فِي أَمْرِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجِنَازَةِ.

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں اللہ کی حمد وثنا، درود شریف اور میت کے لیے دعا سے متعلق مخصوص الفاظ واجب اور لازم نہیں کہ جن کی پاسداری ایسی ضروری ہو کہ ان کے بغیر نمازِ جنازہ ہی ادا نہ ہو، بلکہ ان امور کی ادائیگی کے لیے کوئی بھی مناسب عربی الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں البتہ جو الفاظ احادیث سے ثابت ہوں ان کی رعایت مسنون، بہتر اور اہم ہے۔

یہ روایات اور دلائل یقیناً ان لوگوں کی تردید کے لیے کافی ہیں جو نمازِ جنازہ میں سورتِ فاتحہ کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ جبکہ احناف کا مذہب بے غبار اور روایات سے ثابت ہے۔

فقہی عبارات

- فیض الباری للامام الکشمیری رحمہ اللہ:

باب قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ: وهي جائزة عندنا أيضًا كما في «التجريد» للقدُوري، وصرح يحيى بن منقاري زاده أستاذ الشُرُنْبلالي في رسالته: «الاتباع في مسألة الاستماع» بالاستحباب، إلا أنها تكونُ كالثناء عندنا لا كالقراءة. واستحبَّها أحمدُ رحمه الله. وقال الشافعية: أَنْ لا صلاةَ إلا بفاتحةِ الكتاب. ولا ريبَ في أَنَّ أكثرَ عملهِ ﷺ كان على التَّرْك. وصرَّح ابنُ تيميةَ رحِمه الله أن جُمهورَ السَّلف كانوا يكتفون بالدعاء ولا يقرؤون الفاتحةَ، نعم، ثبت عن بعضهم. ثم هي عند الشافعية بعدَ التكبيرةِ الأُولى ففات عنهم الاستفتاح. فقلت لهم: أن اقرؤوا بها أربعَ مرات؛ لأن كلَّ تكبيرة في صلاةِ الجنازة تقوم مقامَ ركعةٍ، فأَوْلى لكم أن تقرؤا بها أربع مرّات، فإنَّه لا صلاةَ لمن يقرأُ بها.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

- **فتح الباری:**

وَيُؤَيِّدُ الْجَمْعَ الْأَوَّلَ مَا أَخْرَجَهُ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ فِي «كِتَابِ مَكَّةَ» مِنْ طَرِيقِ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَن ابن عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: كَيْفَ أُصَلِّي فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ: كَمَا تُصَلِّي فِي الْجِنَازَةِ تُسَبِّحُ وَتُكَبِّرُ وَلَا تَرْكَعُ وَلَا تَسْجُدُ، ثُمَّ عِنْدَ أَرْكَانِ الْبَيْتِ سَبِّحْ وَكَبِّرْ وَتَضَرَّعْ وَاسْتَغْفِرْ، وَلَا تَرْكَعْ وَلَا تَسْجُدْ. وَسَنَدُهُ صَحِيحٌ. (بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ)

- **فتاویٰ ہندیہ:**

وَلَا يَقْرَأُ فيها الْقُرْآنَ، وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ، كَذَا فِي «مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ».

(الْفَصْلُ الْخَامِسُ فِي الصَّلَاةِ على الْمَيِّتِ)

- **الدر المختار:**

(وَلَا قِرَاءَةَ وَلَا تَشَهُّدَ فِيهَا) وَعَيَّنَ الشَّافِعِيُّ الْفَاتِحَةَ فِي الْأُولَى. وَعِنْدَنَا: تَجُوزُ بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ، وَتُكْرَهُ بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ؛ لِعَدَمِ ثُبُوتِهَا فِيهَا عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

- **رد المحتار:**

(قَوْلُهُ: وَعَيَّنَ الشَّافِعِيُّ الْفَاتِحَةَ) وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ؛ لِأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلَّى عَلَى جِنَازَةٍ فَجَهَرَ بِالْفَاتِحَةِ، وَقَالَ: عَمْدًا فَعَلْت؛ لِيُعْلَمَ أَنَّهَا سُنَّةٌ. وَمَذْهَبُنَا قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِهِ وَعَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ كَمَا فِي «شَرْحِ الْمُنْيَةِ». (قَوْلُهُ: بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ) وَالظَّاهِرُ أَنَّهَا حِينَئِذٍ تَقُومُ مَقَامَ الثَّنَاءِ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مِنْ أَنَّهُ يُسَنُّ بَعْدَ الْأُولَى التَّحْمِيدُ. (قَوْلُهُ: وَتُكْرَهُ بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ) فِي «الْبَحْرِ» عَن «التَّجْنِيسِ» وَ«الْمُحِيطِ»: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ الْقِرَاءَةِ اهـ وَمِثْلُهُ فِي «الْوَلْوَالِجِيَّةِ» و«التتارخانية». وَظَاهِرُهُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ تَحْرِيمِيَّةٌ. وَقَوْلُ «الْقِنْيَةِ»: «لَوْ قَرَأَ فِيهَا الْفَاتِحَةَ جَازَ» أَيْ لَوْ قَرَأَهَا بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ لِيُوَافِقَ مَا ذَكَرَهُ غَيْرُهُ، أَوْ أَرَادَ بِالْجَوَازِ الصِّحَّةَ، عَلَى أَنَّ كَلَامَ «الْقِنْيَةِ» لَا يُعْمَلُ بِهِ إِذَا عَارَضَهُ غَيْرُهُ، فَقَوْلُ الشُّرُنْبُلَالِيِّ فِي رِسَالَتِهِ: «إِنَّهُ نَصَّ عَلَى جَوَازِ قِرَاءَتِهَا» فِيهِ نَظَرٌ ظَاهِرٌ؛ لِمَا عَلِمْته، وَقَوْلُهُ: وَقَوْلُ مُنْلَا عَلَى الْقَارِئِ أَيْضًا: «يُسْتَحَبُّ قِرَاءَتُهَا بِنِيَّةِ الدُّعَاءِ خُرُوجًا مِنْ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خِلَافِ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ» فِيهِ نَظَرٌ أَيْضًا؛ لِأَنَّهَا لَا تَصِحُّ عِنْدَهُ إِلَّا بِنِيَّةِ الْقُرْآنِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْرَأَهَا بِنِيَّةِ الْقِرَاءَةِ، وَيَرْتَكِبَ مَكْرُوهَ مَذْهَبِهِ لِيُرَاعِيَ مَذْهَبَ غَيْرِهِ كَمَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ أَوَّلَ الْكِتَابِ. (باب صلاة الجنائز)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

18 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/14 جنوری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنے کا حکم:

احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نمازِ جنازہ سامنے موجود ہو، اس لیے اگر نمازِ جنازہ سامنے موجود نہ ہو تو نمازِ جنازہ درست ہی نہیں ہو گی۔ اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ چوں کہ غائبانہ نمازِ جنازہ میں میت سامنے موجود ہی نہیں ہوتی اس لیے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا درست نہیں۔ اس لیے فقہ حنفی کے پیروکاروں کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا درست نہیں۔

غائبانہ نمازِ جنازہ سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ:

بعض حضرات یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت نجاشی حاکم رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا فرمائی، جس سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ اس لیے جائز نہیں کہ نمازِ جنازہ درست ہونے کے لیے سامنے میت کا موجود ہونا ضروری ہے، اور حضرت نجاشی کے اس واقعہ سے متعلق احناف کا موقف یہ ہے کہ یا تو یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی اور یا یہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھا کیوں کہ اللہ تعالی نے معجزاتی طور پر حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا دیے تھے اور حضور اقدس ﷺ بلکہ حضرات صحابہ کو بھی حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی، جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں، چنانچہ حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور صحابہ ان کی اقتدا میں کھڑے ہوئے، تو حضور اقدس ﷺ نے چار تکبیرات کہیں، اور صحابہ کو یہی خیال رہا کہ جنازہ ان کے سامنے موجود ہے۔

- صحیح ابن حبان میں ہے:

٣١٠٢- أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عِمْرَانَ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: «أَنْبَأَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ أَخَاكُمْ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ، فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَصَفُّوا خَلْفَهُ، وَكَبَّرَ أَرْبَعًا، وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَازَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ».

فتاویٰ جات

- **دار الافتاء دار العلوم دیوبند:**

احناف اور مالکیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ غائبانہ جائز نہیں، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے، حنفی و مالکی مسلک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی شاہِ حبشہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی وہاں درحقیقت تمام حجابات اٹھادیے گئے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے معجزہ کے طور پر نجاشی کا جنازہ کر دیا گیا تھا، تو ایسی صورت میں وہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہ تھی۔ تفصیل کے لیے دلائل کے ساتھ ابوداؤد شریف کی شرح بذل المجھود ملاحظہ کرلیں۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بے شمار واقعاتِ وفات پیش آئے، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت و وفات کے واقعات ہوئے، مگر ثابت نہیں کہ نمازِ جنازہ غائبانہ کا معمول اور عادتِ شریفہ رہی ہو، خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا تو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز علاقوں میں مقیم تھے، مگر ثابت نہیں کہ انھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو، خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہدِ مبارک میں بھی غائبانہ نمازِ جنازہ کا معمول کہیں منقول نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جواب نمبر:155387)

- **دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن:**

نمازِ جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے موجود ہے، اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی، لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ شرعاً درست نہیں ہے۔ حنفی مقلد کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ میں شرکت جائز نہیں ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فتاویٰ شامی میں ہے:

فلا تصح على غائب، وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية أو خصوصية). باب صلوة الجنازة، 209/2، ط: سعید) فقط واللہ اعلم۔(فتویٰ نمبر:144010200256)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

7 ربیعُ الاوّل 1442ھ/25 اکتوبر 2020

سحری کے احکام

مع سحری سے متعلق متعدد غلط فہمیوں کا ازالہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تفصیلی فہرست

- سحری کی فضیلت۔
- سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟
- اذان کے دوران سحری بند کرنے سے متعلق ایک حدیث اور اس کی صحیح تاویل۔
- سحری میں تاخیر افضل ہونے کی وضاحت۔
- **صبح صادق سے متعلق بنیادی احکام:**
  - صبح صادق کی حقیقت۔
  - صبح صادق سے متعلق احکام۔
  - صبح صادق ہوتے وقت سورج کتنے ڈگری زیرِ اُفق ہوتا ہے؟
- **مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سحری کے احکام کا خلاصہ:**
  - سحری کا وقت رات ہی کو ہے۔
  - فجر کی اذان کے دوران سحری بند کرنے کا حکم۔
  - سحری بند کرنے میں فجر کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں۔
  - جنابت کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم۔
- **سحری اور افطاری سے متعلق نہایت ہی قیمتی اور اہم مشورے:**
  - سحری اور افطاری کے لیے مستند نقشہ اپنے پاس رکھیے!
  - گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق کیجیے!
  - مساجد سے سحری بند کرنے کے لیے اعلان کا اہتمام۔
- رمضان المبارک میں نمازِ فجر کی جلد ادائیگی کا حکم۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سحری کے احکام

سحری کی فضیلت:

سحری کرنا سنت اور باعثِ برکت ہے، حضور اقدس ﷺ نے سحری کرنے کی ترغیب دی ہے، اس لیے سحری کا اہتمام ہونا چاہیے، اس سے روزہ رکھنے میں قوت بھی رہتی ہے، اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی کچھ نہ کچھ کھا پی لینا چاہیے، بھلے پانی ہی پی لے تب بھی کافی ہے، لیکن اگر کسی نے نہار منہ ہی روزہ رکھ لیا تب بھی درست ہے۔
(صحیح البخاری حدیث: 1923، مسند احمد حدیث: 11086، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟ اس حوالے سے بہت سے لوگ لاعلمی کا شکار ہیں اور اسی لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندگی بھر غلطی میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس غلطی کی وجہ سے ان کے روزے درست ہی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص روزے رکھتا رہے لیکن اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کے یہ روزے شریعت کی نگاہ میں درست نہ ہوں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے سے بھی آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ غلطی سے محفوظ ہوسکے۔ آیئے قرآن و سنت کی روشنی میں اس اہم مسئلے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ ہوسکے۔

سحری کا وقت رات ہی کو ہے:

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے کہ جب تک رات ہے تو سحری کی جاسکتی ہے، لیکن جیسے ہی رات ختم ہو جائے تو سحری کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی رات ختم ہو جاتی ہے اور دن شروع ہو جاتا ہے، اس لیے صبح صادق کا وقت داخل ہونے کے ساتھ ہی سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات کو قرآن وسنت اور دیگر شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سحری کا آخری وقت قرآن کریم کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم سورۃ البقرۃ آیت: 187 میں سحری اور افطاری سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ.

ترجمہ: "اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے، اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔" (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کو سیاہ دھاگے، جبکہ صبح صادق کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی ہے اور کھانے پینے کی آخری حد بھی بیان فرمادی ہے کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جائے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کھانا پینا رات ہی کو درست ہے، اور جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔ اس آیت سے سحری کا آخری وقت بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اور اس سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سحری بند کرنے کا تعلق صبح صادق کے ساتھ ہے نہ کہ اذان کے ساتھ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اذان بھلے نہ ہوئی ہو لیکن صبح صادق ہو چکی ہو تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سحری کھانے کا آخری وقت:

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ: اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط، اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا، اور اس میں اِفراط و تفریط کے اِحتمالات کو ختم کرنے کے لیے "حَتّٰى يَتَبَيَّنَ" کا لفظ بڑھا دیا، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نہ تو وہمی مزاج لوگوں کی طرح صبح صادق سے کچھ پہلے ہی کھانے پینے وغیرہ کو حرام سمجھو اور نہ ایسی بے فکری

اختیار کرو کہ صبح کی روشنی کا یقین ہو جانے کے باوجود کھاتے پیتے رہو، بلکہ کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِّ فاصل صبح صادق کا تیقُّن ہے، اس تیقُّن سے پہلے کھانے پینے کو حرام سمجھنا درست نہیں، اور تیقُّن کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا بھی حرام اور روزے کے لیے مُفسِد ہے اگرچہ ایک ہی منٹ کے لیے ہو۔ سحری کھانے میں وُسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو۔ بعض صحابہ کرام کے ایسے واقعات کو بعض کہنے والوں نے اس طرح بیان کیا کہ سحری کھاتے ہوئے صبح ہوگئی اور وہ بے پروائی سے کھاتے رہے، یہ اسی پر مبنی تھا کہ صبح کا یقین نہیں ہوا تھا اس لیے کہنے والوں کی جلد بازی سے متاثر نہیں ہوئے۔

(معارف القرآن)

آیت کی تفسیر حدیثِ نبوی سے:

1۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ: ''سیاہ دھاگے سے مراد رات کی تاریکی ہے جبکہ سفید دھاگے سے مراد دن کی روشنی ہے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

- صحيح البخاري:

٤٥١٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ؟ أَهُمَا الْخَيْطَانِ؟ قَالَ: «إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ»، ثُمَّ قَالَ:«لَا، بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ».

2۔ اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ سیاہ دھاگے سے مراد رات، اور سفید دھاگے سے مراد دن ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

٢٥٨٧: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: «وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ» قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الأَسْوَدَ وَالْخَيْطَ الأَبْيَضَ فَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رِئْيُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدَ ذَلِكَ «مِنَ الْفَجْرِ» فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

ما قبل میں مذکور آیت اور احادیث سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ سحری بند کرنے کا صحیح وقت رات کو ہے نہ کہ دن کو۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں جمہورِ امت کا متفقہ اصول:

سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کو امت کے جمہور اہلِ علم نے ایک متفقہ اصول قرار دیا ہے، اور یہی جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے کہ سحری بند کرنے کا تعلق رات سے ہے نہ کہ دن سے، اور صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے، جیسا کہ حضرت علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ ''سنن ابی داود'' کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

وذهب الجمهور إلى امتناع السحور بطلوع الفجر وهو قول الأئمة الأربعة وعامة فقهاء الأمصار.

یعنی کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے، یہی چاروں ائمہ کرام اور دیگر فقہائے عظام کا مذہب ہے۔

سحری کے آخری وقت کے لیے قرآن کریم سے ایک اور دلیل:

سورۃ البقرہ کی اسی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ. (سورۃ البقرۃ آیت: 187)

ترجمہ: ''تمھارے لیے روزے کی رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ ہمبستری جائز قرار دی گئی ہے۔''

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے روزے کی رات کو بیوی کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی ہے تو گویا کہ کھانے پینے کی اجازت بھی رات ہی کو ہے، جیسا کہ دن کو ہمبستری کی اجازت نہیں دی اسی طرح کھانے پینے کی اجازت بھی نہیں ہے، اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ رات صبح صادق تک ہی ہوتی ہے، صبح صادق کے بعد تو دن شروع ہو جاتا ہے۔

روزے کی تعریف کی روشنی میں سحری کے آخری وقت کی دلیل:

روزہ در حقیقت صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور روزہ توڑنے والے امور سے

بچنے کا نام ہے۔(ردالمحتار)اس لیے صبح صادق ہوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص صبح صادق طلوع ہوجانے کے بعد کچھ کھاتا پیتا ہے تو وہ درحقیقت دن ہی کو کھاتا پیتا ہے حالاں کہ دن روزے کے لیے ہے نہ کہ کھانے پینے کے لیے، تو گویا کہ روزے کی حقیقت اور تعریف اس میں نہیں پائی گئی تو یہ روزہ ہوا ہی نہیں۔

فتاویٰ عثمانی کا حوالہ:

شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"صبح صادق کے بعد اگر ایک منٹ بھی مزید کھالیا تو روزہ فاسد ہے۔" (فتاویٰ عثمانی 188/2)

اذان کے دوران سحری بند کرنے سے متعلق ایک حدیث اور اس کی صحیح تاویل:

ماقبل کی تفصیل اور دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے، جیسے ہی رات ختم ہوجائے اور صبح صادق کا وقت داخل ہوجائے تو اس کے بعد سحری کرنا ناجائز ہے، اس سے روزہ نہیں ہوتا، اور چوں کہ فجر کی اذان صبح صادق کے بعد ہوتی ہے اس لیے اذان کے دوران کھانے پینے سے روزہ نہیں ہوتا۔

اس معاملے میں بعض لوگ سنن ابی داود کی ایک حدیث شریف پیش کرتے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے۔" اور اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی اذان کے دوران بھی سحری بند کی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ واضح غلط فہمی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ اس حدیث کا ایسا مطلب بیان کرنا کہ جو قرآن وسنت کے واضح اصول اور دیگر دلائل کے خلاف ہو یا ان کے مابین باہمی ٹکراؤ کی صورت پیدا کرے، ظاہر ہے کہ یہ ہرگز درست نہیں، اور نہ ہی یہ شریعت کا تقاضا ہوسکتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2۔ خصوصًا جب کہ اس حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہورہا ہو کہ اس

حدیث کا تعلق سحری بند کرنے کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس سے سحری ہی مراد لینا کسی طرح درست نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جمہور اہلِ علم نے اس حدیث سے یہ معنی مراد لیا ہی نہیں کہ صبح صادق کے بعد اذان کے دوران یا اس کے بعد بھی سحری بند کی جاسکتی ہے، بلکہ اہلِ علم نے اس حدیث کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں، تاکہ اس حدیث شریف کا قرآن کے واضح اصول اور دیگر احادیث سے باہمی ٹکراؤ بھی پیدا نہ ہو اور حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس کا تعلق عام اذان کے ساتھ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ: ”جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے“، یعنی اذان ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اذان کی وجہ سے عام کھانا پینا چھوڑ دے اور اذان کا جواب دے بلکہ وہ اس دوران بھی کھا پی سکتا ہے، گویا کہ یہ حدیث عام اذان سے متعلق ہے۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

3۔ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ اس حدیث کا تعلق سحری کے ساتھ ہے تو ایسی صورت میں امام بیہقی رحمہ اللہ جمہور اہلِ علم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا تعلق اُس اذان کے ساتھ ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی گئی ہو۔ (زجاجۃ المصابیح) کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کے مبارک دور میں دو اذانیں دینے کا رواج رہا: ایک صبح صادق سے پہلے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیتے تھے، اور دوسری صبح صادق کے بعد جو کہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے، جس کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، اور جب صبح صادق سے پہلے بھی ایک اذان دی جانے کا رواج تھا تو ایسی صورت حال میں بھی حضور اقدس ﷺ نے سحری کا صحیح وقت واضح فرمایا تاکہ لوگ کہیں غلطی میں مبتلا نہ ہوں، چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا تَأْذِينَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

(صحيح مسلم حديث: ١٠٩٢)

یعنی کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں، اس لیے اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک ابن ام مکتوم کی اذان نہ

ہو جائے، (کیوں کہ وہ فجر کے بعد اذان دیتے تھے۔)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے کہ:

لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَبْدُوَ الْفَجْرُ.

(صحيح مسلم حديث: ١٠٩٤)

یعنی کہ تمہیں بلال کی اذان اور صبح کاذب کہیں غلطی میں نہ ڈال دیں یہاں تک کہ فجر طلوع نہ ہو جائے۔

(**فائدہ:** صبح صادق سے کچھ لمحات پہلے ایک روشنی سی نمودار ہوتی ہے جو عمودی شکل میں ہوتی ہے، جس سے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ صبح صادق ہو چکی ہے لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہا جاتا ہے۔)

حاصلِ کلام:

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود کی اس حدیث شریف کا صحیح مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے وہ اذان مراد ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی کہ جب یہ اذان ہو جائے اور تمہارے ہاتھ میں برتن ہو تو تم اس کو نہ رکھو بلکہ اپنی حاجت پوری کر لیا کرو، کیوں کہ ابھی تک صبح ہوئی ہی نہیں ہے۔ یہ مطلب مراد لینے کے بعد حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے اور قرآن و حدیث میں باہمی ٹکراؤ کی صورت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ (اس کی مزید مدلل تفصیل کے لیے دیکھیے: جامعہ دار العلوم کراچی کا فتویٰ نمبر: 3/1724)

سحری میں تاخیر افضل ہونے کی وضاحت:

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سحری میں تاخیر کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔ (صحیح ابن حبان حدیث: 1770) اس سے بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ صبح صادق کے بعد اور اذان کے ساتھ بھی سحری بند کر سکتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث شریف بھی پیش کرتے ہیں، تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ احادیث کی رُو سے سحری میں تاخیر کرنا افضل ہے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ سحری میں اتنی تاخیر کی جائے کہ صبح صادق ہی طلوع ہو جائے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

1۔ تاخیر سے سحری کرنے کا یہ مطلب قرآن و سنت سے کہیں ثابت نہیں کہ صبح صادق کے بعد بھی کھایا پیا جائے، بلکہ قرآن و سنت سے اس کے بر عکس یہی معلوم ہوتا ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے، اس لیے سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے۔

2۔ جب تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ تاخیر کی کوئی حدّ بھی تو ہو گی، کیوں کہ اگر تاخیر کی کوئی حد مقرر نہ ہو تو پھر ایک آدمی صبح سورج نکلنے کے بعد کھا پی کر یہ کہہ سکتا ہے کہ سحری میں تاخیر افضل ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کی اس بات کو کون تسلیم کر سکتا ہے ؟؟ اس لیے اس تاخیر کی بھی ایک حد ہے، اور وہ حد یہی ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک آپ کھا پی سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں، اور یہ حدّ قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل بیان ہو چکی۔

3۔ احادیث سے جو یہ بات ثابت ہے کہ تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ صبح صادق سے ڈھائی تین گھنٹے پہلے یا آدھی رات ہی کو سحری سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن بہتر اور زیادہ فضیلت کی بات یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے کے قریب قریب سحری کرے اور جب رات ختم ہونے لگے تو صبح صادق سے پہلے پہلے سحری بند کر لے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

صبح صادق سے متعلق بنیادی احکام

چوں کہ صبح صادق کے ساتھ سحری کا ایک اہم ربط ہے اس لیے ذیل میں صبح صادق سے متعلق چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مزید وضاحت ہوسکے۔

صبح صادق کی حقیقت:

عموماً صبح کاذب کے تھوڑی دیر بعد آسمان کے اُفق پر شمالاً و جنوباً ایک روشنی نمودار ہوتی ہے، یہ روشنی مستطیر یعنی چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے، اس کو صبح صادق کہتے ہیں، یہ حقیقی صبح ہوتی ہے۔

صبح صادق سے متعلق احکام:

صبح صادق چوں کہ حقیقی صبح ہوتی ہے اس لیے اس پر شریعت کے متعدد احکام لاگو ہوتے ہیں، جیسے:

- صبح صادق طلوع ہوتے ہی رات ختم ہوجاتی ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی نمازِ عشا اور نمازِ وتر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں قضا ہوجاتی ہیں۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی تہجد کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی سحری کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی روزہ شروع ہوجاتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی شرعی دن شروع ہوجاتا ہے، جس کے آدھے دن کو نصف النہار شرعی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ زوال کو نصف النہار عرفی کہا جاتا ہے جو کہ سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا آدھا دن ہوتا ہے۔
- صبح صادق طلوع ہوتے ہی نمازِ فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔

- صبح صادق طلوع ہوتے ہی عید الفطر میں صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔
- صبح صادق ہوتے ہی عید الاضحیٰ کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہوتا ہے، البتہ یہ اُن دیہاتوں کے لیے ہے جن میں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی، جبکہ شہروں میں اور بڑے دیہاتوں میں جہاں عید کی نماز واجب ہوتی ہے وہاں عید کی نماز کے بعد ہی ذبح کرنا جائز ہوتا ہے، جس کی تفصیل قربانی کے مسائل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان جیسے متعدد احکام ایسے ہیں جو صبح صادق سے منسلک ہیں۔

(ردالمحتار، ہندیہ، صبح صادق وکاذب اور وقت عشا کی تحقیق از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

صبح صادق ہوتے وقت سورج کتنے ڈگری زیرِ اُفق ہوتا ہے؟

جمہور اہلِ علم کے نزدیک سورج جب 18 درجے زیرِ اُفق ہو تو صبح صادق طلوع ہو جاتا ہے، یہی قول راجح اور اسی پر فتویٰ ہے، اور عموماً مروّجہ اوقاتِ نماز کے نقشے بھی اسی کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ خصوصاً سحری بند کرنے کے معاملے میں تو اسی پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

(ردالمحتار، نوادر الفقہ، فتاویٰ عثمانی، فہم الفلکیات، صبح صادق وکاذب اور وقت عشا کی تحقیق از حضرت مفتی رضوان صاحب)

احادیث مبارکہ:

- مصنَّف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٩١٦٣- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَمْنَعَنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنَ السُّحُورِ، وَلَا الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيلُ، وَلَكِنِ الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الأُفُقِ».

٩١٦٤- عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «الْفَجْرُ فَجْرَانِ: فَأَمَّا الَّذِي كَأَنَّهُ ذَنَبُ السِّرْحَانِ فَإِنَّهُ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهُ، وَلَكِنِ الْمُسْتَطِيرُ».

٩١٦٥- عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: لَيْسَ الْفَجْرُ الَّذِي هَكَذَا، يَعْنِي الْمُسْتَطِيلَ، وَلَكِنِ الْفَجْرُ الَّذِي هَكَذَا، يَعْنِي الْمُعْتَرِضَ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٥٩٦- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ: حَدَّثَنِي وَالِدِي أَنَّهُ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: «لَا يَغُرَّنَّ أَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنَ السَّحُورِ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَسْتَطِيرَ».

٢٥٩٧- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ -لِعَمُودِ الصُّبْحِ- حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا».

٢٥٩٨- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سَحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الأُفُقِ الْمُسْتَطِيلُ هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ هَكَذَا». وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ يَعْنِي مُعْتَرِضًا.

- سنن النسائی میں ہے:

٢١٧٠- أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: أَنْبَأَنَا سَوَادَةُ بْنُ حَنْظَلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ سَمُرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا» يَعْنِي مُعْتَرِضًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَسَطَ بِيَدَيْهِ يَمِينًا وَشِمَالًا مَادًّا يَدَيْهِ.

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سحری کے احکام

سحری کا وقت رات ہی کو ہے:

جب صبح صادق طلوع ہونے کا وقت قریب آتا ہے اور رات ختم ہونے لگتی ہے تو رات ختم ہونے سے پہلے پہلے سحری بند کرلینی ضروری ہے، کیوں کہ سحری کا وقت رات کو ہے نہ کہ صبح کو، اس لیے جو لوگ صبح صادق کا وقت داخل ہوجانے کے بعد بھی کھاتے پیتے ہیں ان کا روزہ ہرگز درست نہیں۔ (اعلاء السنن)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

فجر کی اذان کے دوران سحری بند کرنے کا حکم:

بہت سے لوگ فجر کی اذان کے دوران بھی کھاتے پیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اذان ختم نہ ہو جائے اس وقت تک سحری کا وقت باقی رہتا ہے، یاد رہے کہ یہ کھلی غلطی ہے، کیوں کہ اذان صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہوتی ہے جبکہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اس لیے جو لوگ اذان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں وہ در حقیقت رات کے بجائے صبح کو سحری بند کر رہے ہوتے ہیں حالاں کہ ما قبل کی مدلل تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے نہ کہ دن کو، اس لیے ایسے حضرات کا روزہ ہر گز درست نہیں۔

سحری بند کرنے میں فجر کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ سحری بند کرنے میں اصل اعتبار اذان کا نہیں بلکہ صبح صادق کا ہے کہ جب صبح صادق طلوع ہو جائے اس کے بعد کھانے پینے سے روزہ ہوتا ہی نہیں، اگرچہ اذان نہیں ہوئی ہو، کیوں کہ اذان تو صبح صادق کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح بعض مساجد میں صبح صادق سے پہلے ہی فجر کی اذان دے دیتے ہیں، ایسی صورت میں بھی اصل اعتبار صبح صادق ہی کا ہو گا کہ اگرچہ اذان ہو چکی ہو لیکن چوں کہ صبح صادق طلوع نہیں ہوا ہوتا اس لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک سحری کھانا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ و دیگر کتب)

تنبیہ:

بہتر یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے چند منٹ پہلے روزہ بند کر لیا جائے تاکہ احتیاط رہے۔

جنابت کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم:

جنابت کی حالت میں بھی روزہ رکھنا درست ہے، اگر کسی شخص کو سحری کے وقت غسل کرنے کی حاجت ہو تو بہتر تو یہ ہے کہ غسل کر کے سحری کر لے، لیکن اگر غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو منہ ہاتھ دھو کر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سحری کر لے، اور غسل بعد میں کر لے اگرچہ یہ غسل صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔
(ردالمحتار، مراقی الفلاح)

سحری اور افطاری سے متعلق نہایت ہی قیمتی اور اہم مشورے

سحری اور افطاری کے لیے مستند نقشہ اپنے پاس رکھیے:

بہترین صورت یہ ہے کہ سحر وافطار کے اوقات سے متعلق اپنے شہر اور علاقے کا کوئی مستند نقشہ اپنے پاس رکھا جائے، پھر اسی نقشے کا اعتبار کرتے ہوئے سحر وافطار کا اہتمام کیا جائے کہ نقشے میں جو صبح صادق کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے روزہ بند کر لیا جائے، اور جو مغرب کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے ہر گز افطاری نہ کی جائے، ان باتوں پر عمل کر کے غلطی سے حفاظت ہو سکتی ہے۔ سحر وافطار کے اوقات معلوم کرنے کے لیے اپنے شہر کے کسی معتبر نقشے سے استفادہ کرنے کی کوشش کی جائے جس میں سحر وافطار کے اوقات درج ہوں۔

گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق کیجیے!

اوقاتِ نماز اور سحر وافطار کے نقشے ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی بنائے جاتے ہیں، اس لیے ہر شخص کو اپنی گھڑی اور اپنے گھروں، دفاتر اور تعلیمی اداروں کی گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی رکھنی چاہییں، اسی طرح مساجد کی گھڑیاں بھی اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق کر لینی چاہییں کیوں کہ نمازوں کے اوقات اور سحر وافطار میں اس کی بڑی ضرورت پڑتی ہے، جبکہ اس سے غفلت کے نتیجے میں متعدد مسائل اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مساجد کی انتظامیہ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس بات کی اہمیت کے لیے دو مثالیں سمجھیے:

1۔ اگر کسی مسجد کی گھڑی ملک کے معیاری وقت سے دو منٹ آگے ہے اور اس مسجد میں نقشے کے مطابق لوگوں کو افطار کی اطلاع دی جائے تو گویا کہ یہ اطلاع وقت داخل ہونے سے دو منٹ پہلے دی جائے گی، جس کا غلط ہونا

واضح ہے اور اس کی بنا پر جو لوگ فوراً افطار کریں گے ان کا افطار وقت داخل ہونے سے پہلے ہو گا۔

2۔ بندہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے ایک مسجد گیا تو دیکھا کہ مسجد کی گھڑی ملک کے معیاری وقت سے دو منٹ آگے ہے، تو جیسے ہی مسجد کی گھڑی کے مطابق مغرب کا وقت داخل ہوا تو مؤذن صاحب فوراً اذان دینے کے لیے اُٹھنے لگے تو بندہ نے ان کو سمجھایا کہ ابھی تو وقت ہی داخل نہیں ہوا، کیوں کہ مسجد کی گھڑی دو منٹ آگے ہے، ایسی صورت میں اگر آپ اذان شروع کریں گے تو یہ وقت سے پہلے شروع ہو گی، اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر اذان کے بعض کلمات بھی وقت سے پہلے ادا کر لیے تو وقت کے اندر اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ (الدر المختار)

اندازہ لگائیے کہ گھڑیاں اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق رکھنے کی کس قدر اہمیت اور ضرورت ہے!! اس لیے عام نمازوں میں بھی اور خصوصاً ماہِ رمضان کے لیے بھی اپنی گھڑیوں کو ملک کے معیاری وقت کے مطابق کر لینی چاہیے۔

مساجد سے سحری بند کرنے کے لیے اعلان کا اہتمام:

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق شروع ہونے سے تقریباً پانچ منٹ پہلے مساجد سے سائرن وغیرہ کے ذریعے سحری بند کرنے کی اطلاع دینے کی صورت اختیار کی جائے اور عوام کو مطلع کیا جائے کہ سحری بند ہونے سے پانچ منٹ پہلے سائرن وغیرہ کے ذریعے اطلاع دی جائے گی، اس طرح جب سائرن وغیرہ کا اہتمام ہو گا تو لوگ سمجھ جائیں گے کہ سحری پانچ منٹ کے اندر اندر بند کر لینی ہے، اس سے عوام کے روزے محفوظ ہو سکیں گے۔

رمضان المبارک میں نمازِ فجر کی جلد ادائیگی کا حکم:

عام حالات میں تو فجر کی نماز میں افضل اور مستحب یہی ہے کہ اسے اندھیرے کی بجائے ذرا روشنی ہو جانے کے بعد ادا کی جائے، جس کے لیے بعض اہلِ علم حضرات نے طلوعِ آفتاب سے آدھا گھنٹہ پہلے کا وقت مقرر کیا ہے، اس میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ذرا تاخیر سے ادا ہونے کی صورت میں اس میں لوگ کثرت

[Website: DifaAhleSunnat.com]

سے جماعت میں شریک ہو سکیں گے کیوں کہ اگر وقت داخل ہوتے ہی اندھیرے میں نماز ادا کی جائے تو قوی اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی جماعت رہ جائے، حالاں کہ تکثیرِ جماعت بھی مطلوب ہے۔ لیکن جہاں اندھیرے میں نماز ادا کرنے کی صورت میں جماعت میں زیادہ سے زیادہ افراد کی شرکت ہو جاتی ہو اور روشنی میں نماز ادا کرنے کی وجہ سے لوگوں کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو جیسا کہ رمضان المبارک میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے تو ایسی صورت میں لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے اندھیرے ہی میں فجر ادا کرنا افضل ہے۔
(فیض الباری، فتاویٰ محمودیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل)

- صحیح بخاری میں ہے:

٥٧٧- عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

- فیض الباری شرح صحیح بخاری للامام الکشمیری میں ہے:

٥٧٧- قوله: (كنت أَتَسحَّرُ في أهلي، ثُمَّ يكونُ سُرْعَةٌ بي أَنْ أُدْرِكَ صلاةَ الفجرِ مَعَ رَسولِ الله ﷺ) ولعل هذا التَّغْلِيس كان في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمعَ النَّاس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (باب وَقْتِ الفَجْر)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

30 شعبان المعظم 1441ھ/24 اپریل 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مہر

کی کم از کم مقدار اور اس کا موجودہ وزن

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مہر کی کم از کم مقدار اور اس کا موجودہ وزن:

نکاح میں مہر مقرر کرنے کی کم از کم مقدار دس شرعی دراہم ہے، اس سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں۔ اس لیے مہر میں جو بھی چیز مقرر کی جائے اس کی قیمت دس شرعی دراہم سے کم نہیں ہونی چاہیے۔

شرعی درہم کا موجودہ وزن:

موجودہ دور کے حساب سے ایک شرعی درہم 3.0618 گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ فقہ کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شرعی درہم 14 قیراط کا ہوتا ہے اور ایک قیراط 0.2187 گرام کا ہوتا ہے، تو 0.2187 کو 14 سے ضرب دینے کی صورت میں 3.0618 گرام آتا ہے جو کہ درہم کا موجودہ وزن ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن گرام میں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایک شرعی درہم 3.0618 گرام چاندی کے برابر ہوتا ہے تو اس کو 10 سے ضرب دینے کی صورت میں 30.618 گرام چاندی جواب آتا ہے جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن تولہ میں:

تولہ کے اعتبار سے دس دراہم 2.625 تولہ چاندی بنتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک تولہ 11.664 گرام کے برابر ہوتا ہے، اور دس دراہم 30.618 گرام کے برابر ہوتے ہیں، تو 30.618 گرام کو تولہ میں لانے کے لیے اس کو 11.664 سے تقسیم کریں گے تو جواب میں 2.625 تولہ آئے گا جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

اقلِّ مہر دس دراہم کا موجودہ وزن ماشہ میں:

ماشہ کے اعتبار سے دس دراہم 31.5 ماشہ چاندی کے برابر ہوتے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک

ماشہ 0.972 گرام کا ہوتا ہے یعنی یہ گرام سے 28 ملی گرام چھوٹا ہوتا ہے، اور ما قبل میں یہ بات معلوم ہو چکی کہ دس دراہم 30.618 گرام کے برابر ہوتے ہیں، تو 30.618 گرام کو ماشہ میں لانے کے لیے اس کو 0.972 سے تقسیم کریں گے تو جواب میں 31.5 ماشہ آئے گا جو کہ مہر کی کم از کم مقدار ہے۔

خلاصہ:

ما قبل کی تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ مہر کی کم از کم مقدار دس شرعی دراہم ہیں جو کہ گرام کے حساب سے 30.618 گرام چاندی کے برابر بنتے ہیں جبکہ تولہ کے حساب سے 2.625 تولہ چاندی کے برابر ہوتے ہیں، اس لیے مہر میں جو بھی چیز مقرر کی جائے اس کی قیمت دس شرعی دراہم سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ چاندی کی قیمت چونکہ تبدیل ہوتی رہتی ہے اس لیے جس دن نکاح ہو رہا ہو اس دن چاندی کی قیمت معلوم کر کے دس شرعی دراہم کی قیمت کا حساب لگا لیا جائے۔

- قیراط: 0.2187 گرام۔ (اوزانِ شرعیہ از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)
- شرعی درہم: 14 قیراط (البحر الرائق) = 3.0618 گرام چاندی۔ (اوزانِ شرعیہ)
- مہر کی کم از کم مقدار: 10 درہم = 30.618 گرام چاندی = 2.625 تولہ چاندی = 31.5 ماشہ چاندی۔

مہر کی کم از کم مقدار کی موجودہ قیمت معلوم کرنے کا طریقہ:

مہر کی کم از کم مقدار دس دراہم ہے، اس کی موجودہ قیمت معلوم کرنے کے لیے چاندی کی قیمت معلوم کر لی جائے، اگر چاندی کے ایک تولہ کی قیمت معلوم ہے تو اس کو 2.625 سے ضرب دیا جائے جو کہ تولہ کے حساب سے دس دراہم کا وزن ہے، جو جواب آئے تو وہی مہر کی کم از کم مقدار کی قیمت ہے، جیسے اگر ایک تولہ چاندی کی قیمت 1054 روپے ہے تو اس کو 2.625 سے ضرب دینے سے 2766.75 روپے حاصل ہوں گے، یہی دس دراہم کی قیمت ہے۔

اور اگر دس گرام چاندی کی قیمت معلوم ہے تو ایسی صورت میں پہلے اس کو دس سے تقسیم کریں تو ایک گرام کی قیمت معلوم ہو جائے گی، پھر اس کو 30.618 سے ضرب دے دیں کیوں کہ یہی دس دراہم کا وزن ہے گرام کے حساب سے، تو دس دراہم کی قیمت سامنے آجائے گی، جیسے اگر دس گرام چاندی کی قیمت 900 روپے ہے تو اس کو دس سے تقسیم کریں گے تو 90 روپے ایک گرام کی قیمت حاصل ہو گی، اب اس کو 30.618 سے ضرب دیں کیوں کہ گرام میں دس دراہم کا یہی وزن بنتا ہے، تو یہ 2755.62 روپے آئیں گے جو کہ دس دراہم اقلّ مہر کی قیمت ہے۔

درہم کی قیمت معلوم کرنے کا طریقہ:

اگر آپ کو ایک تولہ چاندی کی قیمت معلوم ہے تو اس سے ایک درہم کی قیمت معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو 11.664 سے تقسیم کر کے ایک گرام کی قیمت حاصل کر لی جائے کیوں کہ ایک تولہ 11.664 گرام ہی کا ہوتا ہے، ایک گرام کی قیمت حاصل ہو جانے کے بعد اسے 3.0618 گرام میں ضرب دیا جائے کیوں کہ ایک درہم اتنے ہی گرام کا ہوتا ہے، تو جو جواب آئے وہی ایک درہم کی قیمت ہے۔

وضاحت: زیرِ نظر تحریر میں مہر کی کم از کم مقدار کا ذکر ہے، جہاں تک مہر فاطمی، مہر مثل یا مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کا تعلق ہے تو ان کی تفصیل کسی اور تحریر میں بیان ہو گی ان شاءاللہ۔

تنبیہ:

مہر کی کم از کم مقدار سے متعلق احناف کا یہ مذہب معتبر روایات سے ثابت ہے، ذیل میں احادیث مبارکہ، ان کی اسنادی حیثیت اور فقہی عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- مصنف ابن أبي شيبة:

١٦٦٣١: عَنْ دَاوُدَ الزعَافِرِي عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا مَهْرَ بِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

- سنن الدارقطني:

٣٦٤٥: عَنْ عَطَاءٍ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تُنْكِحُوا النِّسَاءَ إِلَّا الْأَكْفَاءَ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ إِلَّا الْأَوْلِياءُ، وَلَا مَهْرَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ».

٣٦٤٦: عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا صَدَاقَ دُونَ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ».

٣٦٤٧: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِشْكَابٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ الْأَوْدِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَا يَكُونُ مَهْراً أَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

٣٦٤٨: عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَا صَدَاقَ أَقَلُّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

- عمدة القاري:

قلت: قال أصحابنا: أقل المهر عشرة دراهم سواء كانت مضروبة أو غيرها حتى يجوز وزن عشرة تبرا وإن كانت قيمته أقل بخلاف السرقة؛ لما روي الدارقطني من حديث جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: «لا تنكحوا النساء إلا للأكفاء، ولا يزوجهن إلا الأولياء، ولا مهر دون عشرة دراهم». فإن قلت: فيه مبشر بن عبيد متروك الحديث، أحاديثه لا يتابع عليها، قاله الدارقطني، وقال البيهقي في «المعرفة»: عن أحمد بن حنبل أنه قال: أحاديث بشر بن عبيد موضوعة كذب. قلت: رواه البيهقي من طرق، والضعيف إذا روي من طريق يصير حسنا، فيحتج به، ذكره النووي في «شرح المهذب»، وعن علي رضي الله تعالى عنه أنه قال: أقل ما يستحلّ به المرأة عشرة دراهم. ذكره البيهقي.

(باب قول الله تعالى: «وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة»....)

- فيض الباري شرح صحيح البخاري للإمام الكشميري رحمه الله:

وقال أبو حنيفة: لا مَهْر أقل من عشرةِ دراهمَ. إلا أنَّ في إسناده حجاجَ بن أَرطاة، وحَسّن الترمذيُّ حديثَه في غير واحد مِن المواضع من كتابه وإن كان المحدِّثون لا يعتبرون بتحسينه، أما أنا فأعتمد بتحسينه، وذلك؛ لأنَّ الناس عامّة ينظرون إلى صورةِ الإِسناد فقط،

والترمذيُّ ينظر إلى حاله في الخارج أيضًا، وهذا الذي ينبغي، والقَصْر على الإسناد فقط قصور، والطَّعْن فيه أنه كان يَشْرب النبيذ. قلتُ: ولا جَرْح به عند أهل الكوفة؛ فإنه حلالٌ عندهم. وقالوا أيضًا: إنَّه كان مُتكبّرًا، قلتُ: دعوها فإنها كلمةٌ مُنْتِنة، واتركوا سائرَ الناس ...... وقالوا: إنه كان يَترك الجماعة. قلتُ: نعم هذا الجرح شديدٌ، إلّا أنه نُقل عن مالك أنه لم يأت المسجدَ النبويَّ إلى ثلاثينَ سنةً، فَسُئل عنه فأجاب: أنَّ كلّ أَحَدٍ لا يقدر على إظهارِ عُذْره، فحسنه العلماءُ على جوابه، كما في «التذكرة». قلتُ: نعم، وذلك لأنه كان إمَامًا عظيمًا آتاه الله عِلْمًا وحِكْمةً وقبولًا، فنكسوا رءوسهم، أما الحَجّاج فكان رَجُلًا من الرجال، فتكأكأوا عليه كالتكأكؤ على ذي جِنّة. ثُم الشيخُ ابنُ الهُمام أتى بحديثٍ في تقدير المَهْر في باب الكفاءة، وهذا من زياداتِه على الزَّيلعي، وقد زاد عليه في موضع آخَر، وإلَّا فجميع كتابِه مأخوذةٌ من الزَّيلعي، ولم يأت عليه بشيءٍ جديدٍ، ونقل الشيخُ تصحيحَه عن الحافظ بُرْهان الدِّين الحَلَبي، إلا أنه لم يكن عنده إسنادُه، ثُم ذكر الشَّيخ ابنُ الهُمام أنَّ بَعْضًا من أصحابه جاء بسندِه من عندِ الحافظ ابنِ حَجَر، والحديث بذلك السَّند ليس أَقلَّ من الحَسَن. قلتُ: وأَكْبر ظَنِّي أن هذا البَعْضَ الذي جاء بسنده هو تلميذُه ابنُ أمير الحاج، وهو نِصاب القَطْع في باب السَّرقة عندنا، وله حديثٌ قويٌّ عند النَّسائي، والرأي فيه عندي أنَّ المَهْر وكذا نِصاب السَّرقة كانا قَليلين في أَوَّل الإسلام؛ لعسر حال المسلمين، فلما وَسَّع الله تعالى عليهم زِيد في المهر ونِصاب السرقة أيضًا، حتى استقرَّ الأَمْر على عشرةِ دراهمَ فيهما، فلا نَسْخ عندي، وحينئذٍ جاز أن يكون نَحْوُ خاتم حديد تمامَ المَهْر في زمن، ولك أن تحمله على المُعَجّل أيضًا. فالصُّورُ كلُّها معمولةٌ بها عندي، وإن انتهى الأَمْر إلى العشرةِ.

(باب قول الله تعالى: «وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة»....)

- فتح القدير:

ولنا قوله ﷺ من حديث جابر رضي الله عنه: «ألا لا يزوج النساء إلا الأولياء، ولا يزوجن إلا من الأكفاء، ولا مهر أقل من عشرة دراهم»، رواه الدارقطني والبيهقي، وتقدم الكلام

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عليه في الكفاءة فوجب الجمع فيحمل كل ما أفاد ظاهره كونه أقل من عشرة دراهم على أنه المعجل. (باب المهر)

- البحر الرائق:

قَوْلُهُ: (وَأَقَلُّهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) أَيْ أَقَلُّ الْمَهْرِ شَرْعًا؛ لِلْحَدِيثِ: «لَا مَهْرَ أَقَلُّ من عَشَرَةِ دَرَاهِمَ»، وهو وَإِنْ كان ضَعِيفًا فَقَدْ تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ، وَالْمَنْقُولُ في الْأُصُولِ أَنَّ الضَّعِيفَ إذَا تَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ فإنه يَصِيرُ حَسَنًا إذَا كان ضَعْفُهُ بِغَيْرِ الْفِسْقِ، وَلِأَنَّهُ حَقُّ الشَّرْعِ وُجُوبًا إظْهَارًا لِشَرَفِ الْمَحَلِّ فَيُقَدَّرُ بماله خَطَرٌ وهو الْعَشَرَةُ اسْتِدْلَالًا بِنِصَابِ السَّرِقَةِ.

- الدر المختار:

(أقله عشرة دراهم)؛ لحديث البيهقي وغيره: «لا مهر أقل من عشرة دراهم»، ورواية الأقل تحمل على المعجل (فضة وزن سبعة) مثاقيل كما في الزكاة (مضروبة كانت أو لا) ولو دينا أو عرضا قيمته عشرة وقت العقد، أما في ضمانها بطلاق قبل الوطء فيوم القبض. (وتجب) العشرة إن سماها أو دونها.

- الهندية:

أَقَلُّ الْمَهْرِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً أَوْ غَيْرَ مَضْرُوبَةٍ حَتَّى يَجُوزَ وَزْنُ عَشَرَةٍ تِبْرًا، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ، كَذَا فِي «التَّبْيِينِ»، وَغَيْرُ الدَّرَاهِمِ يَقُومُ مَقَامَهَا بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ وَقْتَ الْعَقْدِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، حَتَّى لَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى ثَوْبٍ أَوْ مَكِيلٍ أَوْ مَوْزُونٍ وَقِيمَتُهُ يَوْمَ الْعَقْدِ عَشَرَةٌ فَصَارَتْ يَوْمَ الْقَبْضِ أَقَلَّ لَيْسَ لَهَا الرَّدُّ، وَفِي الْعَكْسِ لَهَا مَا نَقَصَ، كَذَا فِي «النَّهْرِ الْفَائِقِ».

- البحر الرائق:

قَوْلُهُ: (وفي الدَّرَاهِمِ وَزْنُ سَبْعَةٍ وهو أَنْ تَكُونَ الْعَشَرَةُ منها وَزْنَ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ) وَالْمِثْقَالُ وهو الدِّينَارُ عِشْرُونَ قِيرَاطًا، وَالدِّرْهَمُ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ خَمْسُ شُعَيْرَاتٍ، أَيِ الْمُعْتَبَرُ في الدَّرَاهِمِ إلَى آخِرِهِ، وَالْأَصْلُ فيه أَنَّ الدَّرَاهِمَ كانت مُخْتَلِفَةً في زَمَنِ النبي ﷺ، وفي زَمَنِ أبي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي اللهُ عنهما على ثَلَاثِ مَرَاتِبَ فَبَعْضُهَا كان عِشْرِينَ قِيرَاطًا مِثْلَ الدِّينَارِ، وَبَعْضُهَا

كان اثْنَيْ عَشَرَ قِيرَاطًا ثَلَاثَةَ أَخْمَاسِ الدِّينَارِ، وَبَعْضُهَا عَشَرَةُ قَرَارِيطَ نِصْفَ الدِّينَارِ. فَالْأَوَّلُ وَزْنُ عَشَرَةٍ من الدَّنَانِيرِ، وَالثَّانِي وَزْنُ سِتَّةٍ أَيْ كُلُّ عَشَرَةٍ منه وَزْنُ سِتَّةٍ من الدَّنَانِيرِ، وَالثَّالِثُ وَزْنُ خَمْسَةٍ أَيْ كُلُّ عَشْرَةٍ منه وَزْنُ خَمْسَةٍ من الدَّنَانِيرِ، فَوَقَعَ التَّنَازُعُ بين الناس في الْإِيفَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ فَأَخَذَ عُمَرُ من كل نَوْعٍ دِرْهَمًا فَخَلَطَهُ فَجَعَلَهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ متساويه فَخَرَجَ كُلُّ دِرْهَمٍ أَرْبَعَةَ عَشَرَ قِيرَاطًا فَبَقِيَ الْعَمَلُ عليه إلَى يَوْمِنَا هذا في كل شَيْءٍ في الزَّكَاةِ وَنِصَابِ السَّرِقَةِ وَالْمَهْرِ وَتَقْدِيرِ الدِّيَاتِ، وَذَكَرَ في «الْمُغْرِبِ» أَنَّ هذا الْجَمْعَ وَالضَّرْبَ كان في عَهْدِ بَنِي أُمَيَّةَ. (باب زكاة المال)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

یکم جُمادی الثانیہ 1441ھ/ 27 جنوری 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

محرم عورت کے ساتھ نکاح
اور صحبت کی صورت میں حدّ جاری ہونے کا مسئلہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق پروپیگنڈے:

محرم عورت سے نکاح اور صحبت کی صورت میں حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کے مسئلے کو بنیاد بنا کر ایک طویل عرصے سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق مختلف قسم کے پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں کہ:

- مذکورہ مسئلے میں حد کی سزا جاری نہ ہونے کا یہی مطلب ہے کہ گویا فقہ حنفی میں یہ عمل گناہ ہی نہیں، تو یہ کیسی فقہ ہے جو ایک حرام کام کو سندِ جواز فراہم کر کے فروغ دے رہی ہے!
- یہ کیسی فقہ ہے جو ایک صریح زنا کے عمل میں حد کی سزا جاری نہیں کر رہی!

الغرض اس طرح کے متعدد بے بنیاد پروپیگنڈے کیے جا رہے ہیں تاکہ سادہ لوح مسلمانوں میں انتشار اور اضطراب کی فضا پیدا کی جا سکے اور انھیں فقہ حنفی سے بدگمان کیا جا سکے، حالاں کہ یہ ساری صورتحال مذکورہ مسئلے سے متعلق فقہ حنفی کا موقف نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

بندہ سے مذکورہ مسئلے کے بارے میں وقتاً فوقتاً متعدد حضرات نے سوالات کیے کہ اس پروپیگنڈے اور الزامات کی حقیقت کیا ہے اور کیا واقعی یہ مسئلہ فقہ حنفی میں اسی طرح ہی ہے؟ تو بندہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اس مسئلے کی مکمل حقیقت واضح کر دی جائے تاکہ مذکورہ مسئلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہ حنفی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکے اور ان پروپیگنڈوں کی حقیقت بھی واضح ہو سکے۔ ذیل میں اس مسئلے کی مکمل تفصیل اور مختلف پہلو ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ کی تفصیل:

اگر کسی شخص نے اپنی محرم عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بعد اس عورت کے ساتھ جماع بھی کیا تو اس کا یہ عمل حرام، گناہ کبیرہ اور سنگین جرم ہے، البتہ جہاں تک اس شخص پر حدّ کی سزا جاری ہونے کا معاملہ ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد کی سزا واجب نہیں ہوتی، البتہ اگر اس شخص کو اس فعل کا

حرام ہونا معلوم تھا تو اس کو تعزیر کی بنیاد پر سزا دی جائے گی، جبکہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمھم اللہ کے نزدیک اگر اس شخص کو اس فعل کا حرام ہونا معلوم تھا تو اس پر حدّ کی سزا جاری کی جائے گی۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کی وجہ:

مذکورہ مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ آگیا اور احادیث کی رُو سے یہ بات واضح ہے کہ شبہ آنے کی وجہ سے حدّ کی سزا ساقط ہو جاتی ہے جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔ مذکورہ مسئلہ میں شبہ یہ ہے کہ محرم عورت اپنی ذات میں محلِّ نکاح ہے، محرم عورت کے ساتھ نکاح ہماری شریعت میں تو حرام ہے، لیکن بعض پچھلی امتوں میں بعض محرم عورتوں کے ساتھ نکاح جائز تھا، مذکورہ مسئلے میں اس شخص نے اپنی محرم عورت کے ساتھ بغیر نکاح کے صحبت نہیں کی بلکہ نکاح کر کے صحبت کی ہے، یہ کام بھی یقیناً حرام اور سنگین جرم ہے جیسا کہ ہر مسلمان اس سے باخبر ہے، اس لیے اس کام کے گناہ کبیرہ اور سنگین جرم ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، اور نہ ہی کسی مسلمان کی غیرت یہ گوارہ کر سکتی ہے، اور ایسے شخص کے ذمّے لازم ہے کہ وہ اپنی محرم عورت سے الگ ہو جائے اور اس حرام کام سے توبہ کرے۔

اس تمام تفصیل کے بعد اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر محرم عورت کے ساتھ نکاح کر کے جماع کرنے کو زنا قرار دے کر اس پر حدِّ زنا جاری کی جائے تو اس پر سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اگر یہ فعل زنا ہے تو زنا تو کسی بھی شریعت میں جائز نہیں ہوا، جبکہ بعض محرم عورتوں کے ساتھ نکاح اور اس کی بنیاد پر صحبت کرنا بعض پچھلی امتوں میں جائز تھا، تو اس مذکورہ مسئلے میں اس شخص کے اس گھناؤنے کام، سنگین جرم اور حرام کام کو زنا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟؟ اور پھر اس کی بنیاد پر زنا کی حدّ کیسے جاری کی جا سکتی ہے؟؟ گویا کہ شریعت کی نظر میں زنا ایک خاص اصطلاح ہے اور زنا کی سزا جاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس عمل کو زنا ثابت کیا جائے، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ ایک عمل سنگین جرم اور حرام تو ہو لیکن شریعت کی نظر میں وہ زنا نہ ہو!

یہی وہ شبہ ہے جس کی بنیاد پر امام اعظم رحمہ اللہ مذکورہ مسئلے میں اس شخص پر زنا کی حدّ تو جاری نہیں

کرتے لیکن تعزیر کی حیثیت سے سخت سے سخت سزا دینے کے قائل ہیں۔

جیسا کہ الجوہرۃ النیرۃ میں مزید وضاحت ہے:

قَوْلُهُ: (وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْحَدُّ) وَيُعَزَّرُ إنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَعِنْدَهُمَا: يُحَدُّ إذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحِلَّهُ فَيَلْغُوَ، وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا؛ لِأَنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يُبِحِ الزِّنَا فِي شَرِيعَةِ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ أَبَاحَ نِكَاحَ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ فِي شَرِيعَةِ بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّمَا عُزِّرَ؛ لِأَنَّهُ أَتَى مُنْكَرًا.

اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ:

(وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَلَكِنْ يُوجَعُ عُقُوبَةً إذَا كَانَ عَلِمَ بِذَلِكَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْحَدُّ إذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحَلَّهُ فَيَلْغُو كَمَا إذَا أُضِيفَ إلَى الذُّكُورِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِحُكْمِهِ، وَحُكْمُهُ الْحِلُّ وَهِيَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: أَنَّ الْعَقْدَ صَادَفَ مَحَلَّهُ؛ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَقْبَلُ مَقْصُودَهُ، وَالْأُنْثَى مِنْ بَنَاتِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالُدِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْعَقِدَ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ، إلَّا أَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ إفَادَةِ حَقِيقَةِ الْحِلِّ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ؛ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ لَا نَفْسَ الثَّابِتِ، إلَّا أَنَّهُ ارْتَكَبَ جَرِيمَةً وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ.

جیسا کہ بطورِ مثال سمجھیے کہ ہماری شریعت میں مخلوق کو سجدہ تعظیمی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ تو ہے لیکن اس کو شرک نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ بعض پچھلی امتوں میں سجدہ تعظیمی جائز تھا، تو اگر سجدہ تعظیمی کو شرک قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعض پچھلی امتوں میں شرک جائز تھا، حالاں کہ شرک تو کسی بھی امت میں جائز نہیں ہوا، اس لیے سجدہ تعظیمی کو شرک نہ ماننے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ یہ جائز ہو گیا بلکہ شرک کی نفی کی گئی ہے، نہ کہ اس کے حرام ہونے کی۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مذکورہ مسئلے کو سمجھنے کے لیے چند اہم باتیں:

مذکورہ مسئلے کو مزید سمجھنے کے لیے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے تاکہ اس مسئلے کے مختلف پہلو واضح ہو جائیں:

1۔ حدود کی سزائیں منصوص اور متعین ہیں:

زنا کی صورت میں سنگسار اور رجم جبکہ چوری کی صورت میں ہاتھ کاٹنے جیسی سزائیں جن کو حدود کہا جاتا ہے یہ قرآن وسنت کی رو سے منصوص اور متعین سزائیں ہیں، ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنی طرف سے کسی کو حدّ کی سزا جاری کر دیں یا کسی بھی سنگین جرم پر حد کی سزا جاری کر دیں، کیوں کہ حد کی سزائیں مخصوص ہیں، صرف انھی مخصوص جرائم کی صورت میں حدود کی سزائیں جاری ہو سکتی ہیں بس۔ البتہ وہ جرائم جن کے بارے میں حدود کی سزائیں ثابت نہیں تو ان میں تعزیر کے نام سے سزا جاری کی جاتی ہے نہ کہ حدّ کے نام سے، اور تعزیر کی سزامیں بڑی ہی وسعت ہے کہ قاضی اور حاکم جرم کی نوعیت اور مصلحت کے پیشِ نظر کوئی بھی سزا تجویز کر سکتا ہے۔

اس اہم نکتے کے بعد یہ سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہ کی بنیاد پر حد کی سزا تو جاری نہیں کی جا سکتی، البتہ تعزیر کی بنیاد پر شدید سے شدید تر سزا جاری کی جا سکتی ہے جیسا کہ خود صاحبِ ہدایہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

2۔ حدود کی سزاؤں سے متعلق شرعی نقطہ نظر:

حدود کی سزاؤں سے متعلق شریعت کا نقطہ نظر یہ ہرگز نہیں کہ جرم کو بہر صورت ثابت کر کے اس پر ضرور حدّ جاری کرنی ہے، بلکہ شریعت نے ترغیب دی ہے کہ حدود کی سزائیں جاری کرنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ حتی الامکان کوشش یہ ہو کہ ایسا کوئی شبہ پیدا ہو جائے کہ وہ جرم حدود کی سزاؤں کے دائرے میں داخل نہ ہو، بلکہ اگر شبہ سے حد کی سزا ساقط ہو سکتی ہے تو ساقط کر دی جائے کہ وہ جرم ثابت ہی نہ ہو، جیسا کہ

درج ذیل دلائل سے اس بات کا بخوبی ثبوت ہو جاتا ہے:

شبہ کی بنیاد پر حدود کی سزاؤں کا ساقط ہونا:

شبہ پیدا ہو جانے کی صورت میں حدود کی سزاؤں کا ساقط ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے:

حضور اقدس ﷺ سے ثبوت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو، جب کسی مسلمان کے لیے بَری ہونے کا راستہ پاؤ تو اسے چھوڑ دیا کرو، کیوں کہ حاکم اگر معاف کر دینے میں خطا کر جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ حد جاری کرنے میں غلطی کر جائے۔''

- سنن کبریٰ بیہقی میں ہے:

١٧٥١٣- عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ادْرَءُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ؛ فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ».

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً بھی ثابت ہے، چنانچہ ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو، جب کسی مسلمان کے لیے بَری ہونے کا راستہ پاؤ تو اسے چھوڑ دیا کرو، کیوں کہ حاکم اگر معاف کر دینے میں خطا کر جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ حدّ جاری کرنے میں غلطی کر جائے۔

٢٩٠٩٤- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ الْبَصْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَت: ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِذَا وَجَدْتُمْ لِلْمُسْلِمِ مَخْرَجًا فَخَلُّوا سَبِيلَهُ؛ فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ.

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

1۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شبہات کی بنیاد پر حدّ ساقط کردوں مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں شبہات کی بنیاد پر حدّ جاری کردوں۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٨٥- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَأَنْ أُعَطِّلَ الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقِيمَهَا فِي الشُّبُهَاتِ.

2۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک تم سے ہوسکے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

١٣٦٤١- عبد الرزاق عن الثوري عن الأعمش عن إبراهيم: أن عمر بن الخطاب قال: ادرؤا الحدود ما استطعتم.

حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ثبوت:

حضرت معاذ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب تم پر حد مشتبہ ہو جائے تو اسے ساقط کردو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

٢٩٠٨٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ مُعَاذًا وَعَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ وَعُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ قَالُوا: إِذَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ الْحَدُّ فَادْرَأْهُ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثبوت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک تم سے ہوسکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۹۰۹۰- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ادْرَؤُوا الْقَتْلَ وَالْجَلْدَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

۱۳٦٤٠- عبد الرزاق عن الثوري ومعمر عن عبد الرحمن بن عبد الله عن القاسم بن عبد الرحمن قال: قال بن مسعود: ادرؤا الحدود والقتل عن عباد الله ما استطعتم.

حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام فرماتے تھے کہ جہاں تک تم سے ہوسکے لوگوں سے حدود کی سزا ساقط کرنے کی کوشش کرو۔

- مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

۲۹۰۸۸- حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانُوا يَقُولُونَ: ادْرَؤُوا الْحُدُودَ عَنْ عِبَادِ اللهِ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

امام زہری تابعی رحمہ اللہ سے ثبوت:

امام زہری تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شبہ کی بنیاد پر حدود ساقط کردیا کرو۔

۲۹۰۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى عَن بُرْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: ادْفَعُوا الْحُدُودَ لِكُلِّ شُبْهَةٍ.

3۔ کسی جُرم پر حدّ کی سزا کا جاری نہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں:

زیرِ بحث مسئلے میں ایک اہم نکتہ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کسی جرم اور گناہ کی پاداش میں حدّ کی سزا جاری نہ ہونے کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ وہ کام جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اس لیے کرنے میں حرج نہیں، بلکہ حدّ جاری نہ ہونا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس میں کوئی ایسا شبہ آگیا ہے جس کی بنیاد پر حدّ ساقط ہوجاتی ہے، یا

وہ جرم ایسا ہوتا ہے جس کے لیے حدّ کی سزا ثابت ہی نہیں ہوتی، ان صورتوں میں تعزیر کی سزا جاری کی جاتی ہے۔ یہ تو دنیا میں سزا کی حد تک معاملہ ہے، باقی جہاں تک گناہ یا حرام ہونے کا معاملہ ہے تو یقیناً وہ حرام اور گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، امام اعظم رحمہ اللہ بھی زیرِ بحث مسئلے میں حد کو ساقط مانتے ہیں نہ کہ گناہ کو، اس لیے زیرِ بحث مسئلے میں احناف پر یہ اعتراض کرنا کہ حدّ جاری نہ کر کے احناف اس گناہ کو سندِ جواز فراہم کر رہے ہیں؛ سراسر الزام اور جھوٹا پروپیگنڈا ہے۔

حدّ کی سزا کی نفی کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے ایک مثال:

زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ جو حد کی سزا کی نفی کر رہے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جانور کے ساتھ بد فعلی کی اس پر حد کی سزا جاری نہیں ہو گی۔

٢٩٠٩٩- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَن حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لَيْسَ عَلَى مَنْ أَتَى بَهِيمَةً حَدٌّ.

یہی بات ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے:

٢٩٠٩٥- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَأَبُو الأَحْوَصِ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ.

ان جلیل القدر صحابہ کرام کے ان ارشادات کا واضح مطلب یہی ہے کہ جانور کے ساتھ بد فعلی حرام اور سنگین جرم تو ہے لیکن اس گناہ کے مرتکب شخص پر حد کی سزا جاری نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اس کے لیے شریعت میں حد کی سزا مقرر نہیں، البتہ حدود کی سزاؤں کے علاوہ اس پر تعزیر کی شدید سے شدید تر سزا جاری کی جاسکتی ہے اور اسی طرح اس حرام کام سے توبہ کرنا بھی اس شخص کے ذمے واجب ہو گا۔ اس لیے زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے والے ان صحابہ کرام سے متعلق کیا فرمائیں گے؟؟ کیا حد کی سزا کی نفی کرنے سے اس فعل کو سندِ جواز فراہم ہو گیا؟ یا اس پر کوئی سزا ہی لاگو نہ ہو گی؟ معاذ اللہ۔

اس لیے ان جلیل القدر صحابہ کرام کے ارشادات کا وہی مطلب ہے جو امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کا ہے کہ زیرِ بحث مسئلے میں امام اعظم رحمہ اللہ شبہ کی بنیاد پر صرف حد کی سزا کی نفی کر رہے ہیں، نہ کہ دیگر سزاؤں کی، اسی طرح حد کی سزا کی نفی کرنے سے گناہ کی نفی نہیں کر رہے ہیں، بلکہ محرم عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی بنیاد پر جماع کرنا تو بالاجماع حرام اور سنگین جرم ہے، جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اہم نکتہ:

قرآن وسنت سے ایسی کوئی صریح دلیل دستیاب نہ ہو سکی جس سے محرم عورت کے ساتھ نکاح اور صحبت کے نتیجے میں حدّ کی سزا جاری ہونے کا ثبوت ہوتا ہو۔ جہاں تک اُس روایت کا تعلق ہے جس میں محرم عورت سے نکاح کرنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ "سنن ابی داود" میں ہے:

٤٤٥٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ أَبِي الْجَهْمِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ عَلَى إِبِلٍ لِي ضَلَّتْ إِذْ أَقْبَلَ رَكْبٌ أَوْ فَوَارِسُ مَعَهُمْ لِوَاءٌ فَجَعَلَ الْأَعْرَابُ يُطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أَتَوْا قُبَّةً فَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلاً فَضَرَبُوا عُنُقَهُ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَذَكَرُوا أَنَّهُ أَعْرَسَ بِامْرَأَةِ أَبِيهِ.

تو اس روایت کے حوالے سے چند باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے:

1۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدّ کی سزا نہ تھی بلکہ یہ بطورِ تعزیر کے تھی جس میں ایسی سخت سزا تجویز کی گئی، کیوں کہ حدِّ زنا کی سزا میں یا تو رجم یعنی سنگسار کرنا ہے یا کوڑے لگانا ہے، قتل کرنا تو زنا کی حد نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ کرام محرم عورت کے ساتھ نکاح اور صحبت کرنے والے شخص پر حدِّ زنا جاری کرنے کا حکم لگاتے ہیں وہ بھی اس کے قتل کے قائل نہیں بلکہ وہ رجم یا کوڑوں ہی کی سزا کے قائل ہیں۔

2۔ امام طحاوی رحمہ اللہ دوسرا احتمال یہ ذکر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس روایت میں مذکور وہ شخص محرم عورت کے ساتھ نکاح کرنے جیسے قطعی حرام کام کو حلال سمجھا ہو جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا، جس کے نتیجے میں وہ مرتد ہو گیا ہو اور اس کو ارتداد کی سزا میں قتل کر دیا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کو

جب اس شخص کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تو ساتھ میں جھنڈا بھی دیا، جو کہ محاربہ کی علامت ہے، جس سے ارتداد کی سزا کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیوں کہ زنا کی سزا کے لیے بھیجنے میں جھنڈا دینے کا کیا مطلب؟!

3۔امام طحاوی رحمہ اللہ ایک اور اہم نکتہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں تو صرف اس بات کا ذکر ہے کہ اس شخص نے صرف محرم عورت سے نکاح کیا تھا، اس میں تو صحبت کا ذکر ہی نہیں، پھر بھی اس شخص کو قتل کر دیا گیا، تو کیا محرم عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے حدِّ زنا کی سزا جاری ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، اس لیے اس روایت سے اس بات پر ہرگز استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ محرم عورت سے نکاح اور صحبت کے نتیجے میں حدِّ زنا جاری ہو سکتی ہے، کیوں کہ روایت اس کے موافق نہیں ہے۔

اس روایت میں محرم عورت سے صرف نکاح کی صورت میں قتل کرنے کا حکم دینا بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص نے اس نکاح جیسے قطعی حرام عمل کو حلال سمجھا تھا، جس کے نتیجے میں اس پر ارتداد کی سزا جاری کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا گیا۔

- شرح معانی الآثار میں ہے:

٤٨٨٥- حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ ذَاتَ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَدَخَلَ بِهَا قَالَ: لَا حَدَّ عَلَيْهِ. وَكَانَ مِنَ الْحُجَّةِ عَلَى الَّذِينَ احْتَجُّوا عَلَيْهِمَا بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ فِي تِلْكَ الْآثَارِ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقَتْلِ وَلَيْسَ فِيهَا ذِكْرُ الرَّجْمِ وَلَا ذِكْرُ إِقَامَةِ الْحَدِّ. وَقَدْ أَجْمَعُوا جَمِيعًا أَنَّ فَاعِلَ ذَلِكَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ قَتْلٌ، إِنَّمَا يَجِبُ عَلَيْهِ -فِي قَوْلِ مَنْ يُوجِبُ عَلَيْهِ الْحَدَّ- عَلَيْهِ الرَّجْمُ إِنْ كَانَ مُحْصَنًا. فَلَمَّا لَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ ﷺ الرَّسُولَ بِالرَّجْمِ، وَإِنَّمَا أَمَرَهُ بِالْقَتْلِ ثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ ذَلِكَ الْقَتْلَ لَيْسَ بِحَدٍّ لِلزِّنَا، وَلَكِنَّهُ لِمَعْنًى خِلَافَ ذَلِكَ، وَهُوَ أَنَّ ذَلِكَ الْمُتَزَوِّجَ فَعَلَ مَا فَعَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى الِاسْتِحْلَالِ كَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَصَارَ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُفْعَلَ بِهِ مَا يُفْعَلُ بِالْمُرْتَدِّ. وَهَكَذَا كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ رَحِمَهُمَا اللهُ يَقُولَانِ فِي هَذَا الْمُتَزَوِّجِ إِذَا كَانَ أَتَى فِي ذَلِكَ عَلَى الِاسْتِحْلَالِ أَنَّهُ يُقْتَلُ. فَإِذَا كَانَ لَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا يَنْفِي مَا يَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حُجَّةٌ عَلَيْهِمَا؛ لِأَنَّ مُخَالِفَهُمَا لَيْسَ

بِالتَّأْوِيلِ أَوْلَى مِنْهُمَا. وَفِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ: «أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَقَدَ لِأَبِي بُرْدَةَ الرَّايَةَ»، وَلَمْ تَكُنِ الرَّايَاتُ تُعْقَدُ إِلَّا لِمَنْ أَمَرَ بِالْمُحَارَبَةِ، وَالْمَبْعُوثُ عَلَى إِقَامَةِ حَدِّ الزِّنَا غَيْرُ مَأْمُورٍ بِالْمُحَارَبَةِ. وَفِي الْحَدِيثِ أَيْضًا أَنَّهُ بَعَثَهُ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ وَلَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ دَخَلَ بِهَا. فَإِذَا كَانَتْ هَذِهِ الْعُقُوبَةُ وَهِيَ الْقَتْلُ مَقْصُودًا بِهَا إِلَى الْمُتَزَوِّجِ لِتَزَوُّجِهِ دَلَّ ذَلِكَ أَنَّهَا عُقُوبَةٌ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْعَقْدِ لَا بِالدُّخُولِ، وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَالْعَاقِدُ مُسْتَحِلٌّ لِذَلِكَ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَهُوَ عِنْدَنَا عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَ وَدَخَلَ بِهَا قِيلَ لَهُ: وَهُوَ عِنْدَ مُخَالِفِكَ عَلَى أَنَّهُ تَزَوَّجَ وَاسْتَحَلَّ. فَإِنْ قَالَ: لَيْسَ لِلِاسْتِحْلَالِ ذِكْرٌ فِي الْحَدِيث قِيلَ لَهُ: وَلَا لِلدُّخُولِ ذِكْرٌ فِي الْحَدِيثِ، فَإِنْ جَازَ أَنْ تَحْمِلَ مَعْنَى الْحَدِيثِ عَلَى دُخُولٍ غَيْرِ مَذْكُورٍ فِي الْحَدِيثِ جَازَ لِخَصْمِكَ أَنْ يَحْمِلَهُ عَلَى اسْتِحْلَالٍ غَيْرِ مَذْكُورٍ فِي الْحَدِيثِ.

الحمدللہ کہ ماقبل کی تفصیل سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب بخوبی واضح ہو جاتا ہے اور ان تمام پروپیگنڈوں اور الزامات کا بھی جواب ہو جاتا ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

21ذوالحجہ 1441ھ/12اگست 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تحقیقِ حدیث:
وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تحقیقِ حدیث: وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ احادیث میں مروی ہے جیسے: السنن الصغریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، مسند احمد، سنن الدار قطنی اور مستدرک حاکم وغیرہ۔

تحقیقِ حدیث:

مذکورہ حدیث متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک معتبر اور قابلِ قبول ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’مستدرک حاکم‘‘ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے یعنی ان کے نزدیک بھی صحیح ہے:

٧٥٦٥- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا». وَقَالَ مَرَّةً: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يَذْبَحْ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَانَا».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

2۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ’’فتح الباری‘‘ میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يقربن مصلانا»، أخرجه بن مَاجَهْ وَأَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ. (كتاب الأضاحي)

3۔ امام عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے "فیض القدیر" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے:

قال أحمد: يكره أو يحرم تركها؛ لخبر أحمد وابن ماجه: «من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا» (طب عن ابن عباس) قال ابن حجر: رجاله ثقات، لكن في رفعه خلف.

(حرف الهمزة)

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب "التیسیر بشرح الجامع الصغیر" میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

(من كان له سعة ولم يضح فلا يقر بن مصلانا) أخذ بظاهره أبو حنيفة فأوجبها على من ملك نصابا، وقال البقية: سنة. (ه ك عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

4۔ امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے "ارشاد الساری" میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہی بات نقل فرمائی ہے جو کہ موافقت کی علامت ہے:

قال ابن حجر: وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديث أبي هريرة رفعه: «من وجد سعة فلم يضحّ فلا يعبرنّ مصلانا» أخرجه ابن ماجه، ورجاله ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (كتاب الأضاحي)

5۔ امام محدث عینی رحمہ اللہ نے "عمدۃ القاری" میں امام حاکم کے حوالے سے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:

ووجه الوجوب ما رواه ابن ماجه عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا»، وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الإسناد. (كتاب الأضاحي)

6۔ امام محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ نے بھی "شرح الزرقانی علی الموطا" میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا

ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْحَنَفِيَّةُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْوَقْفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ.

(بَاب الضَّحِيَّةِ عَمَّا فِي بَطْنِ الْمَرْأَةِ وَذِكْرِ أَيَّامِ الْأَضْحَى)

7۔ علامہ شمس الدین محمد سفارینی رحمہ اللہ نے بھی "کشف اللثام" میں مسند احمد میں روایت کردہ اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديثُ أبي هريرة رفعه: «من وجد سَعَةً، فلم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا»، أخرجه الإمام أحمد، وابن ماجه، ورجالُ الإمام أحمد ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (باب الأضاحي)

چند وضاحتیں:

1۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک مذکورہ حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس لیے یہ روایت معتبر، قابلِ قبول اور قابلِ استدلال ہے۔ اسی طرح متعدد محدثین کرام اور فقہاء عظام رحمہم اللہ نے اس حدیث کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے، یہ بھی ان کے نزدیک اس حدیث کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

2۔ اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے، متعدد محدثین کرام نے اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے، جبکہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محض موقوف قرار دینے کی بات درست نہیں کیوں کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے۔ گویا کہ اول تو اگر اس کو موقوف تسلیم کرلیا جائے تب بھی محض اس بنا پر حدیث کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ یہ کوئی جرح اور

عیب نہیں، دوم یہ کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ ایسی بات قیاس واجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی، اس لیے یہ بات صحابی نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی بیان فرمائی ہے۔

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ الْوُجُوبَ خَبَرُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا»، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: «إِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» فَمَدْفُوعٌ؛ لِأَنَّ مِثْلَ هَذَا الْمَوْقُوفِ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ.
(بَابٌ فِي الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ حضرات احناف اس جیسی روایات کی رو سے قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں، چوں کہ یہ روایت معتبر ہے اس لیے اس روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دے دینا واضح طور پر غلط ہے، اور چوں کہ قربانی کی اہمیت اور تاکید دیگر متعدد روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے اس لیے زیرِ نظر روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دینے کی آڑ میں مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کے عمل کی اہمیت ختم کرنے کی مروجہ کوششیں بے بنیاد اور قابلِ مذمت ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب ''قربانی شریعت کے مطابق کیجیے'' ملاحظہ فرمائیں۔

4۔ آجکل جو حضرات قربانی کے وجوب یا تاکید سے متعلق وارد ہونے والی تمام روایات کو غیر معتبر قرار دے کر مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے ان کے دلوں سے قربانی کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کی چالوں کو سمجھنا چاہیے اور ان سے دور رہنا چاہیے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

8 ذو الحجہ 1442ھ/ 19 جولائی 2021

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حلال جانور

کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حلال جانور کے مردہ جنین کی حلّت اور حرمت کا مسئلہ:

حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکل آئے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو کھانا حلال نہیں۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ جب کوئی جانور شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر طبعی طور پر مر جائے تو اسے مَیتہ یعنی مردار کہا جاتا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے کھانا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالی سورۃ المائدہ آیت نمبر 3 میں فرماتے ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ.

ترجمہ: ''تم پر مردار جانور اور خون اور سوَر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو، اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو، اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، الاّ یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

جب جانور ذبح کرنے کے بعد بچہ پیٹ سے مردہ نکل آئے تو یہ میتہ ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ اسے شرعی طریقے سے ذبح نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہر طرح کے مردار کو شامل ہے، جس میں کوئی استثنا نہیں، اس لیے وہ بچہ بھی اسی حکم میں شامل ہو کر حرام قرار پائے گا جو ماں کے پیٹ سے مردہ نکل آئے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے صراحت سے ''اَلْمُنْخَنِقَةُ'' کا لفظ ذکر فرمایا، جس کا مطلب ہے: وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اس لفظ سے مزید وضاحت کے ساتھ اس مردہ جنین بچے کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ جب اس کی ماں ذبح کی گئی جس کی بنا پر سانس کی آمد ورفت کا سلسلہ رک گیا تو دَم گھٹنے سے اس بچے کی موت واقع ہو گئی۔

یہ آیت نہایت ہی مضبوط دلیل ہے امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کی۔

2۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کی تائید جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو

کہ ان سے امام اعظم ہی نے امام حماد رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ يَرْوِي عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لا تَكُونُ ذَكَاةُ نَفْسٍ ذَكَاةَ نَفْسَيْنِ.

ترجمہ: ایک جانور کا ذبح دو جانوروں کا ذبح شمار نہیں ہوتا۔

(موطاامام محمد: بَابُ ذَكَاةِ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ)

یہی قول امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المحلّی بالآثار'' میں بھی روایت کیا ہے۔

3۔ جنین یعنی پیٹ کا بچہ ایک مستقل جاندار ہے جو کہ ایک مستقل زندگی رکھتا ہے، اس میں بہنے والا خون بھی ہے، اس لیے یہ بچہ ماں کے ذبح کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟؟ بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے اس کو بھی مستقل طور پر ذبح کرنا ضروری ہے۔

4۔ اگر جنین زندہ نکل آئے تو اسے کھانے کے لیے ذبح کیا جائے گا، جو کہ ایک واضح بات ہے، لیکن اگر مردہ نکل آئے تو ایسی صورت میں وہ قرآن کی رُو سے میتہ یعنی مردار ہے جو کہ ''اَلْمُنْخَنِقَةُ'' میں بھی داخل ہے، کیوں کہ جنین ماں کے ذبح کرنے سے نہیں مرا بلکہ جب ماں کو ذبح کیا گیا تو سانس کی آمد ورفت بند ہونے کی وجہ سے دَم گھٹنے سے اس کی موت آئی تو یہ قرآن کی رو سے ''اَلْمُنْخَنِقَةُ'' میں داخل ہو کر میتہ یعنی مردار کہلائے گا، اور چوں کہ آیت میں کوئی استثنا موجود نہیں اس لیے جنین بھی میتہ میں داخل ہو کر مردار ہو گا اور حرام کہلائے گا۔ البتہ قرآن کریم میں جو استثنا ہے وہ یہ ہے کہ ''إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ''، کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو، گویا کہ ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے شرعی طریقے سے ذبح ضروری ہے، جبکہ مردہ جنین کو ذبح نہیں کیا گیا تو اس لیے وہ حرام ہے۔

5۔ ذبح کا مقصد دمِ مسفوح یعنی بہنے والے خون کا اِخراج ہے، جب اس خون کا اخراج نہ ہو تو اس جانور کو حرام ہی کہیں گے جیسا کہ مردار جانور میں یہی صورتحال ہوتی ہے، اور جنین اگر مردہ پیدا ہو تو اس سے بھی خون کا اخراج نہیں ہو پاتا، تو پھر اس کو کیسے حلال کہا جا سکتا ہے؟؟ قرآن کریم نے تو ''إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ'' سے ذبح ہی کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، جبکہ مردہ جنین میں مستقل ذبح ہوتی ہی نہیں۔

تنبیہ: حلال جانور جب شرعی طور پر ذبح کیے بغیر مر جائے تو اس کو میتہ یعنی مردار کہتے ہیں جس کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے، البتہ مچھلی اور ٹڈی اس سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ ان کو کھانے کے لیے ذبح کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ یہ ذبح کیے بغیر بھی مر جائیں تو ان کا کھانا حلال ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”ہمارے لیے دو طرح کے مردار اور دو طرح کے خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے جبکہ دو خون سے مراد جگر اور تلّی ہے۔“

٥٧٢٣- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ».

یہ حدیث سنن کبریٰ بیہقی، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، سنن ابن ماجہ، مسند عبد بن حمید اور مسند الامام الشافعی سمیت متعدد کتب میں موجود ہے۔

حدیث: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ کا مطلب:

جہاں تک سنن ابی داود کی اس حدیث کا تعلق ہے کہ: ”ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ“ تو امام اعظم رحمہ اللہ اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں، اس حدیث کو چھوڑ نہیں رہے، اور نہ ہی اس کے خلاف کرتے ہیں، بلکہ اس پر عمل کرتے ہیں، البتہ ان کے نزدیک اس حدیث کا وہ مطلب نہیں جو کہ مراد لیا جاتا ہے، بلکہ امام اعظم اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ ماں کے پیٹ سے نکلنے والے بچے کا ذبح اسی طرح ہے جس طرح کہ اس کی ماں کا ذبح ہے، یعنی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث میں جنین یعنی بچے کی ذبح کو تشبیہ دی گئی ہے ماں کے ذبح کے ساتھ۔ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ قول حدیث کے معنی کو دیکھتے ہوئے زیادہ مضبوط ہے، اس تاویل کی وجوہات یہ ہیں:

1۔ اگر حدیث میں یہ تاویل نہ کی جائے تو اس کا ٹکراؤ لازم آئے گا قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے ساتھ، اور ظاہر ہے کہ حدیث کا ایسا معنی بیان کرنا درست نہیں جو کہ قرآن سے ٹکرائے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

2۔امام اعظم رحمہ اللہ کے موقف کے مذکورہ بالا دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس حدیث میں تاویل کی جائے اور اسے قرآن کریم کے مدّمقابل پیش نہ کیا جائے بلکہ ایسا مطلب بیان کیا جائے جو کہ باہمی جوڑ اور موافقت پیدا کرے، اور یہ بات دین میں کوئی نئی نہیں بلکہ قرآن وسنت سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔

3۔اگر یہ بات مان لی جائے کہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ماں کے ذبح کرنے سے جنین بھی ذبح شمار ہوتا ہے، تو یہ اس لیے بھی درست نہیں کہ پھر الفاظ اس کے اُلٹ یوں ہوتے: ذَكَاةُ أُمِّهِ ذَكَاةُ الْجَنِينِ، کہ ماں کا ذبح بچے کا بھی ذبح شمار ہوگا، جبکہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ، جس سے خود معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت سے مقصود تشبیہ دینا ہے، جیسا کہ عربی سے واقف حضرات بخوبی جان سکتے ہیں۔

4۔"ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ" کی حدیث سے مراد زندہ جنین ہے کہ اس کو بھی اس طرح ذبح کیا جائے گا جیسا کہ ماں کو ذبح کیا گیا ہے، گویا کہ اس حدیث میں مردہ جنین کا ذکر ہی نہیں، اس لیے کوئی اشکال نہیں، کیوں کہ اگر اس سے مراد مردہ جنین لیں گے تو یہ حدیث قرآن کریم کی صریح آیت کے خلاف ہوگی جو کہ درست نہیں۔

ایک اہم بات:

ایک اہم بات یہ ہے کہ اس حدیث میں تاویل صرف امام اعظم نے نہیں کی بلکہ جو حضرات جنین کے حلال ہونے کے قائل ہیں ان میں بھی باہمی اختلاف ہے، چنانچہ امام ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب "المحلّی بالآثار" میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، امام ابن ابی لیلی، امام زہری، امام شعبی، امام نافع، امام عکرمہ، امام مجاہد، امام عطا، امام یحیی بن سعید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے۔(مَسْأَلَة ذَكَاة الْجَنِينِ)

امام اعظم رحمہ اللہ پر طعن وملامت کرنے والے حضرات ان مذکورہ حضرات کے بارے میں کیا فرمائیں گے کہ کیا انھوں نے بھی حدیث کے خلاف بات کی؟؟ کیوں کہ جس حدیث کی بنا پر مردہ جنین کو حلال تسلیم کیا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جارہاہے اس میں تو مطلق بات آئی ہے کہ جنین حلال ہے، اس میں یہ تفصیل تو نہیں کہ اگر جنین کے اعضا مکمل طور پر بن چکے ہوں یعنی کامل الخلقت ہو تو اس کا کھانا حلال ہے ورنہ حرام۔جب ان حضرات کے اس قول کو حدیث کے خلاف قرار نہیں دیا جاسکتا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو کیسے حدیث کے خلاف قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ وہ بھی حدیث کا مطلب کچھ اور بیان فرمارہے ہیں۔

خلاصہ:

الحمدللہ امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف قرآن کی صریح آیت اور شرعی دلائل کے مطابق ہے کہ مردہ جنین کا کھانا حلال نہیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

2ذوالحجہ 1441ھ/24جولائی 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی اس کے اہل و عیال کی طرف سے کافی ہے؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

آجکل یہ غلط فہمی عام ہے کہ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے کافی سمجھتے ہیں کہ جب گھر کے بڑے نے اپنی قربانی کرلی اور اسی میں گھر کے افراد کی نیت بھی کرلی (یا بعض کے بقول نیت نہ بھی کی) تو گھر کے تمام افراد کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے، ایسی صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد کے ذمے قربانی کرنا واجب نہیں رہتا۔ اور اس کے لیے "مسند احمد" کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ: "حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربان کرتے۔" ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کی جانب سے ایک ہی دنبے کی قربانی فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی جائے تاکہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے، جس کے لیے پہلے مسئلہ کی صحیح صورتحال بیان کی جاتی ہے۔

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

احناف سمیت متعدد ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہوگی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب

کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، ردالمحتار)

یہ متعدد روایات اور شرعی دلائل واصول سے اخذ شدہ ایک عام ضابطہ ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمّے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص دوسرے کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔

(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

گھر کے افراد کو اپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں:

گھر کا سربراہ اپنی ذاتی قربانی میں گھر کے دیگر افراد کو بھی شریک کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قربانی تو گھر کے سربراہ ہی کی طرف سے ہو البتہ ثواب میں گھر والوں کو بھی شریک کیا جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا گھر والوں کو قربانی میں شریک کرنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ آگے تفصیل مذکور ہے۔

2۔ گھر کا سربراہ گھر والوں کو اپنی واجب قربانی میں شریک کرنا چاہے کہ گھر والوں کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو جائے تو ایسی صورت میں گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے ہرگز کافی نہ ہوگی، بلکہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد میں سے ہر ایک کے ذمے الگ سے قربانی کرنی واجب ہے۔ یہی روایات اور شرعی دلائل کا تقاضا ہے، اس لیے اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات

ماقبل کی تفصیل سے صحیح مسئلہ واضح ہوگیا کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں اگرچہ وہ سب کی طرف سے قربانی کی نیت کرے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

۳۱۲۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ حدیث سے مأخوذ چھ اہم فوائد:

1۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

2۔ قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔ (البحر الرائق)

3۔ اس حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں کیوں کہ اس حدیث میں ”مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ“ کے الفاظ عام ہیں جو کہ گھر کے تمام افراد کو شامل ہیں، اس میں یہ تخصیص نہیں کہ گھر کا سربراہ اگر اپنی قربانی کر لے تو یہ گھر کے دیگر افراد کی طرف سے بھی کافی ہو جائے گی اور اس صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد قربانی نہ کرنے کی اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے، کیوں کہ اس کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہونی چاہیے جو کہ موجود نہیں۔

4۔اس حدیث میں ''مَنْ کَانَ لَهُ سَعَةٌ'' کے الفاظ سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر اس کی ذاتی ملکیت کی بنیاد پر قربانی واجب ہوتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور حج ہے، اس لیے اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو اس کے ذمے قربانی واجب ہوگی اور جس کے پاس نصاب نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، یہ ایک عام شرعی اصول ہے، اس لیے جس طرح یہ دیگر مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہوگا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

5۔ایک لطیف بات یہ ہے کہ اگر گھر کے سربراہ کی اپنی قربانی سب گھر کی طرف سے کافی ہوتی تو حدیث کی اس وعید کا مصداق صرف وہی گھر ہوگا جس میں گھر کے سربراہ سمیت گھر کا کوئی بھی فرد قربانی نہ کرے، لیکن جہاں گھر کے سربراہ نے قربانی کی اور سب کی نیت کرلی تو اس طرح وہ مکمل گھر اس وعید سے محفوظ ہوگیا حالاں کہ انھوں نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، ظاہر ہے کہ یہ مطلب اور فرق کیسے مراد لیا جاسکتا ہے جبکہ حدیث میں عموم ہے، کوئی استثنا نہیں؟؟

6۔اس حدیث میں ''وُسعت'' کی قید سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ:

نماز، زکوٰۃ، حج، سجدہ تلاوت سمیت دیگر فرائض اور واجبات جس طرح ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں، کسی شخص کے ایسے ذاتی اعمال دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتے تو اسی طرح قربانی بھی ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے واجب ہوتی ہے، کسی کی ذاتی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوجاتی۔

تیسری وجہ:

گھر کے سربراہ کے اپنے ایک حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہوجانے کی بات اُن روایات

کے بھی خلاف ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری یا دنبہ صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے، اس میں شرکت جائز نہیں، یہ روایات سے اخذ شدہ عام اصول ہے، اس لیے یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہوگا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

چوتھی وجہ:

یہ حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں چوں کہ دنبے کا ذکر ہے اس لیے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر گھر کے سربراہ کی ایک بکری یا دنبے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر کسی بڑے جانور میں گھر کے سربراہ کے ایک حصے کی قربانی بھی سب کی طرف سے کافی ہو گی، تو جب ایک ہی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ افراد گھر کے سربراہ کے طور پر شریک ہو جائیں اور گھر کے افراد کی بھی نیت کر لیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی تعداد سات سے زیادہ ہو جائے گی جو کہ خود روایات کے خلاف ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٣٢٤٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٨٨٤- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الأَضَاحِيِّ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٣٦- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيَهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحُهُنَّ.

زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث اور اس کا صحیح مطلب:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہرگز کافی نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ما قبل میں ذکر ہوچکی ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک مینڈھا اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا مینڈھا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربان کرتے۔

۲۵۸۴۳- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

حدیث کا صحیح مطلب:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے اہل و عیال کی طرف سے جو قربانی فرماتے تھے وہ گھر والوں کی واجب قربانی ہی ہوتی تھی، بلکہ اس حدیث کا درست مطلب یہی ہے کہ قربانی تو حضور اقدس ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کردیا کرتے، اور یہ صورت بالکل جائز ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا دیگر دلائل اور شرعی اصول سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا جن کی تفصیل ما قبل میں بیان ہوچکی، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، تو اس سے واضح طور پر

معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق چند مزید روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح (یعنی قربانی) کے دن دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ دعا پڑھی:

إِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ: "اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

2۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے دنبہ اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یوں فرمایا کہ: "بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔"

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

کیا ان روایات کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے امت کی طرف سے بھی قربانی فرمادی ہے جس کے نتیجے میں سب کی طرف سے واجب قربانی ادا ہوگئی، اس لیے اب امت میں سے کسی کو بھی قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ ایک تو یہ شرعی دلائل کے بھی خلاف ہے، دوم یہ کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنٰی قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔ اس لیے جب امت کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں ایصالِ ثواب ہی کا معنٰی مراد لیا جاتا ہے تو گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہی مراد لیا جائے گا، جیسا کہ ’’عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری‘‘ میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًّا إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهللْت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حَرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه؛ لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع.

(بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

اس بحث کی تفصیل ’’اعلاء السنن‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
12 ذو القعدہ 1441ھ/4 جولائی 2020

[Website: DifaAhleSunnat.com]